تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت، رہبر شریعت، نائب محدث
حضرت علامہ حضور باباجی
مفسر قرآن، مبلغ اسلام پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 13

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	______	تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 13)
مصنف	______	علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب
کمپوزنگ	______	محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال
معاون کمپوزنگ	______	محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال
پروف ریڈنگ	______	ظہیر احمد بابر۔احمد رضا فرید
طباعت	______	فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک ساہیوال فون 040-4221485
تاریخ طباعت	______	نومبر 2010ء
ناشر	______	مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال فون: 040-4466685,4466985

فہرست مضامین (پارہ نمبر 13)

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	نفس کی برأت صرف اللہ کے کرم سے ممکن ہے	۱۲	۵۳	۲۷
۲	شاہِ مصر نے سیدنا یوسفؑ کو بلا کر عزت واحترام دیا	۱۲	۵۴	۲۷
۳	سیّدنا یوسفؑ نے اپنے لئے خزانوں کا محافظ بننا پسند کیا	۱۲	۵۵	۲۷
۴	اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسفؑ کو مصر کے اقتدار سے نوازا	۱۲	۵۶	۲۹
۵	مومنوں اور متقی لوگوں کیلئے آخرت کا اجر بہتر ہے	۱۲	۵۷	۲۹
۶	سیّدنا یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا جبکہ وہ نہ پہچان سکے	۱۲	۵۸	۳۰
۷	سیدنا یوسفؑ نے اگلی بار اپنے بھائی (بنیامین) کو ساتھ لانے کا کہا	۱۲	۵۹	۳۲
۸	اگر اُسے ساتھ نہ لائے تو اناج نہیں ملے گا	۱۲	۶۰	۳۲
۹	انہوں نے کہا اگر اباجی نے اجازت دی تو ضرور لائیں گے	۱۲	۶۱	۳۲
۱۰	سیدنا یوسفؑ نے اُن کی رقم غلہ میں رکھ کر اُنہیں واپس کر دی	۱۲	۶۲	۳۲
۱۱	بھائیوں کی اباجان (سیدنا یعقوبؑ) سے التجا کہ بھائی کو ساتھ بھیجیں	۱۲	۶۳	۳۲
۱۲	سیدنا یعقوبؑ کا اپنے بیٹوں پر بنیامین کے بارہ میں عدم اطمینان	۱۲	۶۴	۳۴
۱۳	بھائیوں کا غلہ میں رقم بھی واپس دیکھ کر حیرت وخوشی کا اظہار	۱۲	۶۵	۳۵
۱۴	سیدنا یعقوبؑ نے بنیامین کو ساتھ بھیجنے سے پہلے پختہ عہد لیا	۱۲	۶۶	۳۵
۱۵	آپؑ کی بیٹوں کو الگ الگ دروازوں سے داخل ہونے کی نصیحت	۱۲	۶۷	۳۶
۱۶	سیدنا یعقوبؑ صاحب علم وحکمت ہیں	۱۲	۶۸	۳۷

نمبرشمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	سیّدنا یوسفؑ نے اپنے بھائی (بنیامین) کو اپنے پاس بٹھالیا	۱۲	۶۹	۳۸
۱۸	شاہی پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا گیا	۱۲	۷۰	۳۸
۱۹	قافلہ والے بولے ہم نے کیا چرالیا؟	۱۲	۷۱	۳۸
۲۰	پیالہ تلاش کر کے لانے والے کو ایک اونٹ غلہ کا انعام	۱۲	۷۲	۳۹
۲۱	قافلہ والوں نے حلفاً کہا ہم چور نہیں	۱۲	۷۳	۴۱
۲۲	سیدنا یوسفؑ نے کہا اگر چوری ثابت ہو جائے تو کیا سزا ہو؟	۱۲	۷۴	۴۱
۲۳	انہوں نے کہا جس کے سامان سے پیالہ ملے اُسے قید کرلیں	۱۲	۷۵	۴۱
۲۴	پیالہ بنیامین کے سامان سے مل گیا لہذا اُسے رکھ لیا گیا	۱۲	۷۶	۴۱
۲۵	پیالہ ملنے پر بھائیوں نے کہا اس کا بھائی بھی ایسے ہی کام کرتا تھا	۱۲	۷۷	۴۳
۲۶	بھائیوں نے کہا ہم میں سے کسی کو رکھ لیں	۱۲	۷۸	۴۳
۲۷	سیدنا یوسفؑ نے کہا ہم تو اُسے پکڑیں گے جس سے سامان ملا	۱۲	۷۹	۴۴
۲۸	بڑے بھائی نے بنیامین کے بغیر جانے سے انکار کردیا	۱۲	۸۰	۴۶
۲۹	دوسرے بھائیوں نے سارا معاملہ اپنے باپ کو بتانیکا فیصلہ کیا	۱۲	۸۱	۴۶
۳۰	اور کہا اگر یقین نہیں تو قافلہ کے دوسرے لوگوں سے پوچھ لیں	۱۲	۸۲	۴۶
۳۱	سیّدنا یعقوبؑ نے جواباً کہا اب صبر ہی بہتر ہے	۱۲	۸۳	۴۹
۳۲	سیدنا یوسفؑ کی جدائی میں آپؑ کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں	۱۲	۸۴	۴۹
۳۳	بیٹوں نے کہا اتنا غم نہ کریں کہیں صحت خراب ہو کر ہلاک نہ ہوجائیں	۱۲	۸۵	۴۹
۳۴	سیدنا یعقوبؑ نے کہا میں اپنے دکھ اور غم رب کو سناتا ہوں	۱۲	۸۶	۴۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵	آپ نے بیٹوں کو یوسفؑ اور بنیامین کا سراغ لگانے کا حکم دیا	۱۲	۸۷	۵۱
۳۶	بھائی دوبارہ غلہ لینے عزیز مصر کے پاس پہنچ گئے	۱۲	۸۸	۵۱
۳۷	سیّدنا یوسفؑ نے بھائیوں کو ان کی زیادتیوں کی طرف توجہ دلائی	۱۲	۸۹	۵۲
۳۸	بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا	۱۲	۹۰	۵۴
۳۹	بھائیوں نے سیدنا یوسفؑ کی فضیلت کا اقرار کیا	۱۲	۹۱	۵۴
۴۰	سیدنا یوسفؑ کا اپنے بھائیوں کی تمام غلطیوں کا معاف کرنا	۱۲	۹۲	۵۴
۴۱	سیدنا یوسفؑ کا والد گرامی کیلئے کرتہ عطا کرنا	۱۲	۹۳	۵۴
۴۲	قافلہ مصر سے روانہ ہوتے ہی سیدنا یعقوب کا کرتہ کی خوشبو پانا	۱۲	۹۴	۵۶
۴۳	اہل خانہ نے کہا یہ محبت کی وجہ سے آپ کا گمان ہے	۱۲	۹۵	۵۶
۴۴	کُرتہ چہرے پر ڈالتے ہی آپ کی بینائی لوٹ آئی	۱۲	۹۶	۵۶
۴۵	بیٹوں نے کہا ہمارے لئے اللہ سے معافی مانگیں	۱۲	۹۷	۵۶
۴۶	سیدنا یعقوبؑ نے کہا عنقریب اللہ سے معافی مانگوں گا	۱۲	۹۸	۵۶
۴۷	سیدنا یوسفؑ نے مصر میں اپنے والدین کا شاندار استقبال کیا	۱۲	۹۹	۵۹
۴۸	بھائیوں نے سیدنا یوسفؑ کو سجدہ کیا (یہ آپکے خواب کی تعبیر تھی)	۱۲	۱۰۰	۵۹
۴۹	سیدنا یوسفؑ کا اپنے اوپر اللہ کے بے شمار انعامات کا ذکر کرنا	۱۲	۱۰۰	۵۹
۵۰	اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسفؑ کو باتوں کے انجام کا علم سکھایا	۱۲	۱۰۱	۶۱
۵۱	اللہ تعالیٰ نے اس غیب کے واقعہ سے حضور ﷺ کا آگاہ کیا	۱۲	۱۰۲	۶۱
۵۲	اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں	۱۲	۱۰۳	۶۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	آپ تو تبلیغ کے بدلہ میں کوئی معاوضہ نہیں مانگتے	۱۲	۱۰۴	۶۲
۵۴	اکثر لوگ زمین و آسمان میں موجود نشانیوں پر غور نہیں کرتے	۱۲	۱۰۵	۶۳
۵۵	اُن میں سے اکثر مشرک ہیں، جو ایمان نہیں لاتے	۱۲	۱۰۶	۶۳
۵۶	کیا وہ کافر لوگ اللہ کے عذاب اور قیامت سے بے خوف ہیں؟	۱۲	۱۰۷	۶۴
۵۷	حضور ﷺ تو صرف اللہ کے راستے کی طرف بلاتے ہیں	۱۲	۱۰۸	۶۴
۵۸	سابقہ تمام رسول مردوں سے ہی تھے	۱۲	۱۰۹	۶۶
۵۹	اللہ کا عذاب مجرم قوم سے نہیں ٹالا جاتا	۱۲	۱۱۰	۶۶
۶۰	پہلی قوموں کے واقعات میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے	۱۲	۱۱۱	۶۸
۶۱	قرآن کریم میں ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت موجود ہے	۱۲	۱۱۱	۶۸
۶۲	**سورۃ الرعد**	۱۳		۷۰
۶۳	حروف مقطعات کے معانی سے متعلق تبصرہ	۱۳	۱	۷۱
۶۴	یہ آیات تو اللہ کی طرف سے آپؐ پر حق کے ساتھ نازل ہوئیں	۱۳	۱	۷۱
۶۵	اللہ تعالیٰ نے ستونوں کے بغیر آسمانوں کو بلند کیا	۱۳	۲	۷۱
۶۶	زمین و آسمان میں موجود اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیوں کا ذکر	۱۳	۳	۷۳
۶۷	یہ تمام چیزیں اُلوہیت کی عظمت کی نشانیاں ہیں	۱۳	۴	۷۳
۶۸	اللہ تعالیٰ نے بعض درختوں کو بعض درختوں پر فضیلت دی	۱۳	۴	۷۳
۶۹	حیرت ہے کہ کفار مرنے کے بعد اُٹھنے کا یقین نہیں رکھتے	۱۳	۵	۷۶
۷۰	ان کی گردنوں میں طوق ہونگے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے	۱۳	۵	۷۶

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۷۶	۶	۱۳	کفار عذاب کے جلدی نازل ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں	۷۱
۷۸	۷	۱۳	کافر کہتے ہیں کہ ہم پر اللہ نے کوئی نشانی کیوں نہ اُتاری؟	۷۲
۷۸	۷	۱۳	حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو ہادی بنا کر بھیجا ہے	۷۳
۷۸	۸	۱۳	اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ماں کے رِحم میں کیا ہے	۷۴
۷۸	۹	۱۳	اللہ تعالیٰ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے	۷۵
۸۰	۱۰	۱۳	اللہ تعالیٰ آہستہ آواز کو بھی سنتا ہے اور بلند آواز کو بھی	۷۶
۸۰	۱۱	۱۳	اللہ کے حکم سے فرشتے انسان کی نگہبانی کرتے ہیں	۷۷
۸۰	۱۱	۱۳	اللہ اس قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جو خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتے	۷۸
۸۰	۱۱	۱۳	جب اللہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کوئی ٹال نہیں سکتا	۷۹
۸۰	۱۲	۱۳	اللہ ہی ہے جو بادلوں کو ہوا کے کندھوں پر اُٹھاتا ہے	۸۰
۸۲	۱۳	۱۳	بادلوں کا فرشتہ ''رعد'' اور دیگر فرشتے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں	۸۱
۸۳	۱۴	۱۳	اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہیں وہ تو کچھ جواب نہیں دے سکتے	۸۲
۸۳	۱۵	۱۳	اللہ تعالیٰ کو تو زمین و آسمان کی ہر شئی سجدہ کرتی ہے	۸۳
۸۵	۱۶	۱۳	کفار سے پوچھئے کیا اندھا اور بینا، اندھیرا اور نور برابر ہیں؟	۸۴
۸۷	۱۷	۱۳	اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے جو زمین کی حیات ہے	۸۵
۸۷	۱۷	۱۳	کفار کے نظریات بھی جھاگ کے بلبلے کی طرح باطل ہیں	۸۶
۸۹	۱۸	۱۳	اگر کفار زمین کا دوگنا بھی فدیہ دیں تو عذاب سے نہ بچ سکیں گے	۸۷
۸۹	۱۹	۱۳	اللہ کی آیات سے عقل مند ہی نصیحت قبول کرتے ہیں	۸۸

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۸۹	۲۰	۱۳	عقل مند ہی اللہ سے کیئے ہوئے وعدوں کو پورا کرتے ہیں	۸۹
۹۱	۲۱	۱۳	عقل مند ہی اس کو جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا حکم دیا گیا	۹۰
۹۱	۲۲	۱۳	ایمانداروں کی اچھی صفات کا تذکرہ	۹۱
۹۱	۲۳	۱۳	اچھی صفات کے حامل ہمیشہ جنت میں رہیں گے	۹۲
۹۱	۲۴	۱۳	یہ اُنکے صبر کا نتیجہ ہے کہ وہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونگے	۹۳
۹۴	۲۵	۱۳	زمین میں فتنہ وفساد پھیلانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے	۹۴
۹۴	۲۶	۱۳	رزق کی وُسعت اور تنگی اللہ کی طرف سے ہے	۹۵
۹۴	۲۶	۱۳	دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں حقیر سا سامان ہے	۹۶
۹۶	۲۷	۱۳	کفار کے احمقانہ اعتراضات	۹۷
۹۶	۲۸	۱۳	بے شک! اللہ کی یاد میں ہی دلوں کا اطمینان ہے	۹۸
۹۶	۲۹	۱۳	عمل صالحہ کے حامل مومنوں کیلئے خوشخبری ہے	۹۹
۹۶	۳۰	۱۳	محبوب ﷺ کو اللہ کے احکامات آگے پہنچانے کا حکم	۱۰۰
۹۹	۳۱	۱۳	اگر کفار کے بے تکے مطالبات پورے ہو بھی جائیں تو بھی ایمان نہ لائیں گے	۱۰۱
۱۰۱	۳۲	۱۳	کفار پہلے بھی رسولوں کا مذاق اُڑاتے رہے ہیں	۱۰۲
۱۰۱	۳۳	۱۳	کفار کیلئے اُن کا فریب خوبصورت بنا دیا گیا	۱۰۳
۱۰۲	۳۴	۱۳	کفار کیلئے دنیا میں بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی	۱۰۴
۱۰۳	۳۵	۱۳	جنت میں پائے جانے والے انعامات کا تذکرہ	۱۰۵
۱۰۳	۳۶	۱۳	مومن تو قرآن کے نزول پر خوش ہوتے ہیں	۱۰۶

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۰۵	۳۷	۱۳	قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا گیا	۱۰۷
۱۰۵	۳۸	۱۳	کوئی رسول اللہ کی اجازت کے بغیر معجزہ پیش نہیں کرتا	۱۰۸
۱۰۵	۳۹	۱۳	کسی چیز کو مٹانا یا ثابت رکھنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہی ہے	۱۰۹
۱۰۵	۴۰	۱۳	حضور ﷺ کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے باقی حساب اللہ لے گا	۱۱۰
۱۰۷	۴۱	۱۳	اللہ کفار کے علاقوں کو آہستہ آہستہ کم کر رہا ہے	۱۱۱
۱۰۷	۴۲	۱۳	عنقریب کفار بھی جان لیں گے کہ آخرت کی بہتری کس کیلئے ہے	۱۱۲
۱۰۸	۴۳	۱۳	کفار اور حضور ﷺ کے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے	۱۱۳
۱۱۰		۱۴	**سورۂ ابراھیم**	۱۱۴
۱۱۱	۱	۱۴	محبوب لوگوں کو کفر کے اندھیروں سے اسلام کی طرف لاتے ہیں	۱۱۵
۱۱۱	۲	۱۴	زمین و آسمان کی تمام چیزیں اللہ کے قبضۂ اختیار میں ہیں	۱۱۶
۱۱۱	۳	۱۴	آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو پسند کرنا دُور کی گمراہی ہے	۱۱۷
۱۱۳	۴	۱۴	اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو اُس کی قوم کی زبان میں بھیجا	۱۱۸
۱۱۳	۵	۱۴	اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا	۱۱۹
۱۱۶	۶	۱۴	اللہ نے قومِ موسیٰ پر کرم کیا کہ فرعون کے ظلم سے نجات دی	۱۲۰
۱۱۶	۷	۱۴	اللہ شکر کرنے پر زیادہ عطا فرماتا ہے جبکہ ناشکری پر عذاب دیتا ہے	۱۲۱
۱۱۶	۸	۱۴	اگر ساری زمین کے لوگ ناشکری کریں تو اللہ اس سے بے پرواہ ہے	۱۲۲
۱۱۸	۹	۱۴	عذاب شدہ قوموں کی عملی حالت کا ذکر	۱۲۳
۱۲۰	۱۰	۱۴	انبیاء کی تبلیغ پر کفار کی ہٹ دھرمی وضد کا ذکر	۱۲۴

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
١٢٠	١١	١٤	اللہ تعالیٰ جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور رسول بنادیتا ہے	١٢٥
١٢٢	١٢	١٤	ہر حال میں اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے	١٢٦
١٢٢	١٣	١٤	کفار انبیاء کو دھمکیاں دیتے کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے	١٢٧
١٢٢	١٤	١٤	اللہ کفار کو برباد کر کے وہ ملک اپنے انبیاء کو دے دے گا	١٢٨
١٢٤	١٥	١٤	انبیاء نے ہمیشہ حق کی فتح کیلئے دُعا کی	١٢٩
١٢٤	١٦	١٤	حق کے باغیوں کو جہنم میں خون اور پیپ پلائی جائے گی	١٣٠
١٢٤	١٧	١٤	وہ بمشکل ایک گھونٹ بھی نہ پی سکے گا وہ اس عذاب میں مسلسل رہیگا	١٣١
١٢٤	١٨	١٤	منکرین کے اعمال راکھ کے ڈھیر کی طرح ہیں	١٣٢
١٢٦	١٩	١٤	اللہ نے زمین وآسمان کو حق کیساتھ پیدا کیا	١٣٣
١٢٦	١٩	١٤	اگر وہ چاہے تو تمہیں برباد کر کے کوئی نئی مخلوق لے آئے	١٣٤
١٢٦	٢٠	١٤	ایسا کرنا اللہ کیلئے کوئی مشکل نہیں	١٣٥
١٢٦	٢١	١٤	کمزور لوگ متکبروں سے نجات کی اُمید کریں گے	١٣٦
١٢٨	٢٢	١٤	قیامت کو شیطان کہے گا مجھے ملامت کرنیکی بجائے اپنے آپ کو کرو	١٣٧
١٣٠	٢٣	١٤	مومنین ہمیشہ جنت میں رہیں گے	١٣٨
١٣٠	٢٤	١٤	کلمہ طیبہ پاکیزہ درخت کی طرح ہے جسکی شاخیں آسمان میں ہیں	١٣٩
١٣٠	٢٥	١٤	یہ درخت اپنے رب کے اِذن سے ہر وقت پھل دیتا ہے	١٤٠
١٣٠	٢٦	١٤	کلمہ خبیثہ ناپاک درخت کی طرح ہے جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا گیا ہو	١٤١

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۴۲	اللہ مومنین کو دنیا و آخرت میں حق پر ثابت قدم رکھتا ہے	۱۴	۲۷	۱۳۳
۱۴۳	ایک قوم نے ناشکری کے باعث اپنے آپکو جہنم میں اُتارا	۱۴	۲۸	۱۳۳
۱۴۴	ناشکروں کا یہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے	۱۴	۲۹	۱۳۳
۱۴۵	مشرکین کچھ وقت فائدہ اٹھانے کے بعد جہنم میں جائیں گے	۱۴	۳۰	۱۳۳
۱۴۶	مومنوں کو اعلانیہ یا چھپ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکا حکم	۱۴	۳۱	۱۳۵
۱۴۷	وہ اللہ ہی ہے جس نے دریا میں کشتی کو ہمارے تابع کیا	۱۴	۳۲	۱۳۵
۱۴۸	سورج، چاند، دن اور رات انسانوں کو فائدہ دے رہے ہیں	۱۴	۳۳	۱۳۵
۱۴۹	اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے	۱۴	۳۴	۱۳۷
۱۵۰	سیدنا ابراہیمؑ نے مکہ کے امن کیلئے دُعا کی	۱۴	۳۵	۱۳۷
۱۵۱	انبیاء کے پیروکاروں کیلئے نجات ہے	۱۴	۳۶	۱۳۷
۱۵۲	سیدنا اسماعیلؑ و سیدہ ہاجرہ کو ویرانے میں چھوڑ کر رب سے دعا کا ذکر	۱۴	۳۷	۱۳۹
۱۵۳	اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی شی مخفی نہیں	۱۴	۳۸	۱۳۹
۱۵۴	سیدنا اسماعیلؑ و اسحاقؑ کی عطا پر سیدنا ابراہیمؑ کا تشکرانہ انداز	۱۴	۳۹	۱۴۰
۱۵۵	سیدنا ابراہیمؑ کی دُعا: اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو نماز پر قائم رکھ	۱۴	۴۰	۱۴۱
۱۵۶	اے اللہ! میری، میرے ماں باپ اور مومنین کی مغفرت فرما	۱۴	۴۱	۱۴۱
۱۵۷	سیدنا ابراہیمؑ کے باپ آذر نہیں بلکہ تارخ تھے	۱۴		۱۴۲
۱۵۸	ظالموں کا ظلم اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے	۱۴	۴۲	۱۴۳
۱۵۹	قیامت آنے پر لوگوں کا منظر	۱۴	۴۳	۱۴۳

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۶۰	قیامت کے دن کسی کو کوئی مہلت نہ دی جائے گی	۱۴	۴۴	۱۴۵
۱۶۱	ظالموں کے ساتھ رہنے والے بھی اُنکے ساتھ ہونگے	۱۴	۴۵	۱۴۵
۱۶۲	منکرین کی سازشیں اتنی خطرناک ہیں کہ اُن سے پہاڑ بھی ہل جائیں	۱۴	۴۶	۱۴۵
۱۶۳	اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرے گا	۱۴	۴۷	۱۴۷
۱۶۴	قیامت کے دن زمین وآسمان بدل دیئے جائیں گے	۱۴	۴۸	۱۴۷
۱۶۵	مجرموں کو زنجیروں سے جکڑ دیا جائے گا	۱۴	۴۹	۱۴۷
۱۶۶	اُنکا لباس تارکول کا ہوگا اور چہروں کو آگ ڈھانپے گی	۱۴	۵۰	۱۴۷
۱۶۷	یہ اُن کے اپنے اعمال کی سزا ہے	۱۴	۵۱	۱۴۷
۱۶۸	قرآن حکیم لوگوں کیلئے اللہ کا پیغام ہے	۱۴	۵۲	۱۴۹
۱۶۹	**سورۂ حجر ---------- پارہ ۱۴**	۱۵		۱۵۱
۱۷۰	یہ روشن کتاب (قرآن مقدس) کی آیات ہیں	۱۵	۱	۱۵۲
۱۷۱	کفار عذاب کے بعد آرزو کریں گے کاش ہم مسلمان ہوتے	۱۵	۲	۱۵۲
۱۷۲	محبوب! کفار کو عیش وعشرت میں لگے رہنے دو	۱۵	۳	۱۵۲
۱۷۳	کوئی بھی بستی اپنے مقررہ وقت پر ہی ہلاک ہوتی ہے	۱۵	۴	۱۵۲
۱۷۴	کوئی اپنے وقت مقررہ سے آگے یا پیچھے نہیں ہوسکتا	۱۵	۵	۱۵۲
۱۷۵	کفار حضور ﷺ کو دیوانہ کہنے لگے	۱۵	۶	۱۵۴
۱۷۶	کفار نے فرشتوں کے آنے کا مطالبہ بھی کر دیا	۱۵	۷	۱۵۴
۱۷۷	اللہ تعالیٰ جب فرشتے نازل کرے گا تو انہیں مہلت نہ دی جائیگی	۱۵	۸	۱۵۴

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ‌ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ ‌ؕ اِنَّ رَبِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِىۡ بِهٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِىۡ‌ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الۡيَوۡمَ لَدَيۡنَا مَكِيۡنٌ اَمِيۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجۡعَلۡنِىۡ عَلٰى خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ‌ ۚ اِنِّىۡ حَفِيۡظٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۵﴾

اور میں اپنے نفس کی برأت کا (دعویٰ) نہیں کرتا بے شک نفس تو برائی کا حکم دیتا ہے مگر بچتا وہی ہے جس پر میرا رب رحم فرمادے بیشک میرا رب غفور و رحیم ہے (۵۳) بادشاہ نے کہا اُسے میرے پاس لے آؤ میں اُسے اپنی ذات کیلئے چُن لوں گا پھر جب اس نے آپ سے بات کی اور (مطمئن) ہو گیا تو کہا آج آپ ہمارے ہاں بڑے محترم اور قابل اعتماد ہیں (۵۴) آپ (یوسف علیہ السلام) نے کہا مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے میں حفاظت کرنے والا ہوں اور معاشی طور پر ماہر ہوں (۵۵)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں حسنِ یوسف پر فریفتہ ہو کر زنانِ مصر کے ہاتھ کٹنے کا ذکر تھا۔اِس آیہ مبارکہ میں بادشاہِ مصر کا کمالاتِ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اُنہیں اپنے قریب کرنے کا ذکر ہے۔اِس آیہ مبارکہ میں ''وما اُبری نفسی '' کا پچھلے عنوان سے ربط اس طرح ہے یوسف علیہ السلام نے بادشاہِ مصر کے سامنے اپنی برأت ثابت کرتے ہوئے فرمایا ''انی لم اخنہ ''میں نے خیانت نہیں کی جس کا مجھ پر الزام لگایا گیا ہے اب فرمایا جا رہا ہے یہ امانت داری میری ہمت یا کارکردگی نہیں یہ عصمتِ نبوت کا نتیجہ ہے، نبی معصوم ہوتا ہے اور معصوم سے گناہ محال ہے یہ میرے رب غفور ورحیم کا کرم ہے۔میں نفس کی برأت کا دعویٰ نہیں کرتا نفس تو برائی کی طرف مائل کرتا ہے میرا رب غفور ہے رحیم ہے اور اُس وقت سے ہے جب نیکی بدی کا وجود بھی نہ تھا۔

بادشاہ نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ میں اُسے اپنے لئے منتخب کرلوں گا بادشاہ کا یہ اظہار کرنا تھا کہ یوسف کو لاؤ، بس شان قدرت دیکھئے لانے کا اہتمام شاہی ہے شان وشوکت ہے ستر گھوڑے استقبالیہ میں شامل ہیں ستر نوجوان قطار باندھے کھڑے ہیں۔ آج حُسنِ یوسف کا عجیب وغریب نظارہ ہے شان قدرت کا ظہور ہے غلام بن کر شاہی محل میں رہنے والا، قیدی بن کر جیل میں ٹھہرنے والا آج فاتح مصر بن کر آرہا ہے۔ بادشاہ مصر نے استقبال کیا ہے عزت سے بٹھایا ہے یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کے سامنے ارشادات فرمائے جب تک آپ بولتے رہے بادشاہ چپ رہا، حمدِ رب قدّوس کے بارہ میں زبانِ یوسف علیہ السلام سے ایسے موتی جھڑ رہے تھے کہ دربار انگشت بدنداں تھا سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں، بادشاہ شدید متأثر تھا سب سے پہلا اثر تو تعبیر خواب کا تھا، دوسرا اثر آپ کے اس ارشاد کا تھا کہ میں نے خیانت نہیں کی اور تیسرا اثر شاہی دربار میں آپ کے خطاب کا تھا اس سے متأثر ہو کر بادشاہ نے کہا تو آج سے ہمارے ہاں عزت والا ہے احترام والا ہے۔

مفسرین نے کہا ہے شاہ مصر ستر زبانوں پر عبور رکھتا تھا مگر یوسف علیہ السلام اس وقت کے تمام انسانوں حیوانوں کی زبانیں جانتے تھے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا اعزاز تو صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مجھے زمین کے خزانوں پر مکین بنا، بے شک قدرت کاملہ نے مجھ میں یہ بھی جوہر رکھے ہیں کہ میں سارے خزانوں کا حفیظ ہوں اور باصلاحیت خرچ کرنے والا ہوں، انتظامی معاملات کو جاننے والا ہوں، مجھے پتہ ہے دولت کو کس طرح مفید مقاصد کیلئے خرچ کیا جاتا ہے۔

یہاں پر یہ سوال صحیح نہیں ہوگا کہ یوسف علیہ السلام نے کافر سلطنت میں عہدہ لیا آپ کو علم تھا بادشاہ رُکاوٹ نہیں بنے گا۔ اُس وقت عہدہ لینا جائز نہیں جب کافر کے تابع ہو کر حکومت کرنا پڑے اور وہ کافر دین میں اس کی رکاوٹ بنے، یہاں یہ صورت قطعی نہیں، یہاں پر تو بادشاہ کافر کی عاجزی نیازمندی بتاتی ہے وہ یوسف علیہ السلام کا خادم وفادار ہوگا۔ یوسف علیہ السلام کے خود مطالبہ کرنے سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر

معلوم ہو کہ اس کے بغیر کوئی شخص نظام چلا ہی نہیں سکے گا یا غلط چلائے گا تو خود مطالبہ کر کے عہدہ لے لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

آیہ مبارکہ میں نفس انسانی کا ذکر فرمایا گیا ہے اس کی ایک حالت تو یہ ہے کہ برائی کی طرف مائل کرتا ہے یہ نفس امّارہ ہے دوسری حالت یہ ہے کہ بُرے کاموں پر ملامت کرتا ہے یہ نفس لوّامہ ہے۔ رب قدوس نے اس کی قسم کھائی ہے'' **لا اُقسم بالنفس اللوامه** ''اور سورۃ الفجر میں اس نفس انسانی کو نفس مطمئنہ کا لقب دے کر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ یہ نفس اپنی ذات میں تو'' **اماره بالسوء** '' ہے یعنی بُرے کاموں کا تقاضا کرنے والا ہے لیکن جب انسان خدا کے خوف سے اس کے تقاضے پورے نہ کرے تو اس کا نفس لوّامہ بن جاتا ہے یعنی برے کاموں پر ملامت کرتا ہے جیسے صلحاء اُمت کے نفوس میں اور جب کوئی شخص نفس کے خلاف مجاہدہ کرتے کرتے اس حد تک پہنچا دے کہ اس میں بُرے کاموں کا تقاضا ہی نہ رہے تو وہ نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ قرآن مقدس نے اس نفس مطمئنہ کا ذکر اس طرح فرمایا ہے'' **یاایتها النفس المطمئنه ارجعی الی ربک راضیة مرضیه** ''۔'' اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کی طرف راضی خوشی لوٹ جا''

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾ وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ ﴿٥٨﴾

صدق اللہ العظیم

یوں ہی ہم نے یوسف کو زمین مصر میں اقتدار بخشا تا کہ اس میں جہاں چاہے رہے ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے سرفراز کرتے ہیں اور ہم اچھے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے (۵۶) اور آخرت کا اجر ایمان لانے والوں اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کیلئے یقیناً بہتر ہے (۵۷) اور یوسف (علیہ السلام) کے بھائی آئے تو اس کے

پاس حاضر ہوئے تو یوسف (علیہ السلام) نے
انہیں پہچان لیا اور وہ آپ کو نہ پہچان سکے (۵۸)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں یوسف علیہ السلام کی قید سے رہائی، عزت و احترام کے ساتھ شاہ مصر کے ہاں آنے کا ذکر تھا اس آیہ مقدسہ میں ارشاد ہوتا ہے جو کچھ یوسف علیہ السلام کے ساتھ واقعات پیش آئے اور ان کا مقام بلند ہوا یہ سارا کچھ ہمارا فضل و کرم ہے اور ہم جسے چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔

مشکلات کا دور ختم ہوا، نوازشات کا آغاز ہو گیا قید میں رہنے والے یوسف علیہ السلام کی رہائش چالیس مربع میل کا دراز علاقہ بنا دیا، بادشاہ مصر نے عزیز مصر قطیفہ کو معزول کر کے یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر بنایا، اپنا تاج دیا تخت پر بٹھایا آپ نے تاج واپس کر دیا کہ یہ میرے آباؤ اجداد کا لباس نہیں۔ آپ تخت پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا اس تخت سے ملک کو مضبوط کروں گا کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ عزیزِ مصر قطیفہ فوت ہو گیا کچھ دن گزرنے کے بعد یوسف علیہ السلام سے حضرت زلیخا کا نکاح کر دیا گیا جب آپ تخت نشین ہوئے تو تفسیر روح البیاں کے مطابق آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا یہ کرم نوازیاں یوسف علیہ السلام کی خصوصیت نہیں بلکہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں عطا کرتے ہیں اور نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کرتے، نہ دنیا میں نہ آخرت میں یوسف علیہ السلام کیلئے شاہِ مصر نے سارے خزانے کھول دیئے۔ ملک کی ساری سیاہی سفیدی کا مالک بنا دیا، ان دنیوی انعامات کے بعد فرمایا گیا ایمان والوں اور پرہیزگاروں کیلئے آخرت کے انعامات اس سے کہیں زیادہ ہیں دنیا کی نعمتیں آتی جاتی رہتی ہیں مگر آخرت کی نعمت جنت کی عطا ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔

جنت کی ہر نعمت میں فائدہ ہی فائدہ ہے جبکہ دنیا کی نعمتوں میں یہ چیز نہیں دنیا کی نعمتیں تبدل و تغیر کا شکار ہوتی رہتی ہیں مگر آخرت کی نعمتیں ابدی ہیں دائمی ہیں لازوال ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے تخت

سنبھالتے ہی پہلا کام جو شروع کیا وہ کاشتکاری پر بھرپور توجہ تھی، ہر علاقے میں گندم کی بوائی کو فروغ دیا کہ پتہ تھا سات سال بعد قحط شروع ہوگا۔ گندم سٹور کرنے کیلئے بڑے بڑے گودام بنوا دیئے لوگوں کو مزدوری عام ملنے لگی حکام کو پورے ملک کی نگرانی کرنے کا حکم دیا پھر خود بھی گاہے بگاہے حکام کی کارکردگی کو چیک کرتے دربار میں بیٹھ کر لوگوں کے مسائل سنتے ،حل فرماتے ، آنے جانے والوں کے ذریعہ ملک میں کارکردگی کا جائزہ لیتے ، سات سالوں میں غلہ اتنا پیدا ہوا کہ کروڑوں افراد کیلئے سات سال تک کافی تھا، امن وعافیت کے یہ سال گزر گئے قحط سالی کا آغاز ہوا۔ عرب کے سارے علاقوں میں قحط پھیل گیا لوگ مصر کی طرف متوجہ ہوگئے قحط سالی کی صورت یہاں تک پہنچ گئی لوگوں نے اپنے آپ کو یوسف علیہ السلام کا غلام بنا دیا، قربان جائیں نظام خداوندی پر یوسف کو غلام بنانے والے ان دنوں خود یوسف کے غلام بن رہے ہیں۔

کنعان میں قحط کا دور شروع ہوا تو یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا جاؤ تم بھی مصر سے غلہ لاؤ، بیٹے اپنے والد گرامی کے حکم اور نصیحتیں سن کر مصر کی طرف روانہ ہوگئے یہ وفد جب مصر پہنچا تو لوگوں کو محسوس ہوا یہ کوئی جاسوس ہیں، پکڑے گئے دربار میں لائے گئے ۔انہوں نے قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ ہم جاسوس نہیں غلہ لینے آئے ہیں یہ جماعت جب یوسف علیہ السلام پر پیش کی گئی تو آپ نے انہیں پہچان لیا مگر برادران یوسف علیہ السلام نے انہیں نہ پہچانا کہ بچپن میں یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا،اب خاصہ وقت گزر چکا ہے اورآپ کو اپنی غربت اور یوسفی رعب ودبدبہ کے باعث پہچان نہ سکے، یا نہ پہچاننے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اُنہیں پردہ کے اندر رہ کر دیکھا یا اس لئے نہ پہچان سکے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے گھر کے حالات پوچھے خبر لی مگر اپنے متعلق کچھ ظاہر نہ ہونے دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي
بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي
أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٥٩﴾
فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ
عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿٦٠﴾ قَالُوا سَنُرَاوِدُ
عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿٦١﴾ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ
اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُونَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَى أَبِيهِمْ قَالُوا
يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا
أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٦٣﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب اُن کو سامان مہیا کر دیا تو کہا (پھر آؤ تو) اپنا سوتیلا بھائی میرے پاس لانا کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا پورا سامان دیتا ہوں اور میں بہتر مہمان نواز ہوں (۵۹) پھر اگر تم اُسے میرے پاس نہ لاؤ تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی پیمانہ نہیں اور میرے قریب نہ آنا (۶۰) انہوں نے کہا ہم اُس کے باپ سے تمنا کریں گے بعد ہم ایسا ضرور کریں گے (۶۱) اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے غلاموں سے کہا ان کی رقم ان کے سامان میں رکھ دو شائد وہ اسے پہچانیں جب گھر کی طرف لوٹ کر جائیں، شائد وہ (پھر) لوٹ کر آئیں (۶۲) پھر جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ کر گئے تو بولے ابا جان ہم سے غلہ روک دیا گیا ہے ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ غلہ لائیں اور ہم اس کی حفاظت کریں گے (۶۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں یوسف علیہ السلام کے کمال محبت کا ذکر تھا کہ آپ نے اپنے بھائیوں کو پیار محبت سے بٹھایا، غلہ دیا باتیں کیں۔ اس آیہ پاک میں آپ کے دوسرے پہلو کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ آپ نے گندم کی وصول کردہ رقم بھی ان کے سامان میں چھپا دی اور واپس کر دی کہ اُن سے زیادہ محبت ہو جائے اور ان

کی غربت دور ہو جائے آپ نے اپنے کارکنوں سے فرمایا کہ ان لوگوں سے وصول کی گئی رقم گندم کی بوریوں میں چھپادو یہ سکے اس لئے چھپائے کہ وہ جلدی سمجھ جائیں یہ ہماری رقم ہے پھر ہمیں واپس کردی گئی ہے یہ عزیز مصر کی محبت ہے۔

یہ اس لئے بھی ہوسکتا ہے کہ کنعان میں پہنچ کر پھر دوبارہ آنے کیلئے ان کے پاس رقم نہ ہوئی تو اسی رقم کے ذریعہ دوبارہ کرایہ خرچ کر کے آسکتے ہیں یہ بھی ہوسکتا ہے اگر یعقوب علیہ السلام حضرت بنیامین کو ان کے ساتھ بھیجنے پر راضی نہ ہوں تو اس رقم کے حوالہ سے محبت کا ذکر کر کے بنیامین کو لا سکتے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ برادران یوسف سوچیں گے یہ رقم واپس کیوں آئی ہے کہیں عزیز مصر کے کارکنوں سے غلطی تو نہیں ہو گئی اب وہ واپس آ کر پوچھیں گے یہ رقم ہمارے لئے جائز بھی ہے یا نہیں؟ یہ رقم پوری رازداری کے ساتھ رکھی گئی کہ کسی بھائی کو پتہ نہ چلا یہاں تک کہ اپنے والد گرامی کے ہاں حاضر ہو گئے تو جاتے ہی والد گرامی سے کہا، ابا جان! ہم آئندہ سال غلہ لینے کیلئے روک دیئے گئے ہیں اب صرف یہی صورت ہے کہ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بنیامین کو بھیج دیں پھر ہم غلہ لاسکیں گے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت بھی کریں گے، والد محترم نے بیٹوں سے پوچھا تمہارا دسواں بھائی شمعون کہا ہے؟ تو بیٹوں نے سارا واقعہ سنا دیا کہ جب ہم وہاں گئے تو اہل مصر نے ہم پر جاسوسی کا الزام لگا دیا جب ہمیں کچہری میں لایا گیا تو عدالت نے تحقیق کی تو ہم نے بتا دیا ہمارے ایک بھائی اور بھی ہیں جو گھر میں رہ گئے ہیں ہمارے بوڑھے والد کی خدمت میں مصروف ہیں، عزیز مصر نے کہا اگر تم سچ کہہ رہے تو اس بھائی کو لے کر آنا۔

بیٹوں نے کہا ابا جان! جب تک بنیامین کو لے کر نہیں جائیں گے اس وقت تک ہمیں گندم نہیں مل سکے گی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہمیں جھوٹا سمجھا جائے اور دھوکہ دہی کے مقدمہ میں قید کر لیا جائے اسی صورت حال کے پیش نظر ابا جی ہمارے ساتھ بنیامین کو بھیجنا ضروری ہے ہماری پہلی غلطی کو معاف کر دیں اب اس طرح کی کوئی بات نہیں ہوگی یہ بھائی ساتھ چلے تو غلہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بیٹوں نے شاہ مصر کے حسن

سلوک کا ذکر کیا، عزت افزائی اور مہربانی کے سارے واقعات بتائے والد گرامی سن کر خوش ہوئے اور فرمایا اچھا جب جاؤ تو شاہ مصر کو میرا اسلام بھی کہنا اور حسن سلوک کا شکریہ ادا کرنا۔ (روح البیان)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے فرمایا بیٹو میں بنیامین کے سلسلہ میں اسی طرح اعتماد کرلوں جیسے یوسف کے بارہ میں کیا تھا؟ وہ تو جو کچھ ہوا ہو گیا، اللہ اس کا نگہبان ہے وہی حفاظت فرمانے والا ہے وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اب میں نے بنیامین کو بھیجا بھی تو اللہ کی حفاظت میں بھیجوں گا۔

یوسف علیہ السلام نے خود کیوں نہ بتایا کہ میں یوسف ہوں؟ تفسیر قرطبی میں یہ جواب ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی یوسف علیہ السلام کو روک دیا تھا کہ اپنے گھر اپنے بارہ میں کوئی خبر نہ بھیجیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

صدق اللہ العظیم

(والد نے) کہا کیا اس کے بارے میں تم پر ایسا ہی اعتبار کروں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارہ میں کیا تھا اللہ بہتر نگہبان ہے اور وہ ہر مہربان سے بڑا مہربان ہے (۶۴) اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے دیکھا ان کا مال انہیں واپس لوٹا دیا گیا ہے (بیٹوں نے) کہا اے ہمارے والد گرامی! ہم اور کیا چاہتے ہیں (دیکھئے) ہمارا مال بھی ہمیں لوٹا دیا گیا ہے (بنیامین واپس گیا) تو ہم اپنے اہل کیلئے سامان غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ

زیادہ لیں گے یہ غلہ بہت تھوڑا ہے (۶۵)
(یعقوب علیہ السلام) نے کہا میں اُسے تمہارے
ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا حتی کہ تم میرے ساتھ پکا
وعدہ کرو (قسم اُٹھا کر) کہ تم ضرور (واپس لاؤ گے)
مگر یہ کہ تمہیں بے بس کر دیا جائے پس جب وہ لے
آئے آپ کے پاس پکا وعدہ تو آپ نے فرمایا جو ہم
گفتگو کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے (۶۶)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں بیٹوں کا اپنے والد گرامی سے بنیامین کو ساتھ لیجانے کی درخواست کا ذکر ہے اس آیہ پاک میں بیٹوں نے بنیامین کو ساتھ لے جانے کے فوائد عرض کئے ہیں۔ بیٹوں نے مصر سے واپس آتے ہی والد گرامی سے بنیامین کو ساتھ لے جانے کا مطالبہ شروع کر دیا تھا۔ گفتگو ختم ہوئی تو بیٹوں نے خود سامان کھولا یا والد گرامی نے کھولنے کا حکم دیا جو بھی سامان کھولا گیا تو ہر گٹھڑی میں اس غلہ کی قیمت رکھی ہوئی تھی، عزیز مصر نے ان کی ساری رقم واپس کر دی تھی۔ بیٹوں نے خوشی میں کہا ابا جی یہ دیکھئے ہمارے ساتھ شاہ مصر نے کتنا اچھا سلوک کیا ہے یہ رقم کسی غلطی سے نہیں رکھی گئی ورنہ کسی ایک بوری میں ہوتی یہ احسان کیا گیا ہے۔ بیٹوں نے باپ سے اصرار سے کہا اب تو ہمیں بنیامین کو ضرور ساتھ لے جانا چاہئے اور گھر والوں کیلئے مزید سامان لانا چاہئے اگرچہ پہلے ہی شاہ مصر نے بنیامین کا حصہ دیا تھا تاہم اب اور لینا زیادہ آسان ہوگا۔ بنیامین کے ساتھ جانے پر غلہ ملنا زیادہ آسان ہو جائے گا بیٹوں نے کہا اب ہمیں دوبارہ جانا ضروری ہے ایک تو غلہ لائیں گے، دوسری وجہ یہ ہے کہ بھائی شمعون کو بھی لانا۔

بیٹوں کی ان باتوں کو سن کر یعقوب علیہ السلام کچھ نرم ہو گئے مگر پچھلی باتوں کو یاد کر کے فرمایا جب تک

حلف نہ دو گے کہ اُسے واپس لاؤ گے میں اُسے نہیں بھیجوں گا ہاں کوئی ایسی مجبوری ہو جائے کہ بنیامین واپس نہ آسکے تو الگ بات ہے آپ کا یہ فرمانا بتاتا ہے اللہ کے دیئے ہوئے علم سے اگلے سارے واقعات بھی آپ کے سامنے ہیں کہ وہاں کیا ہوگا یہ علم نبوت کی قوت ہے یہ واضح ہے کہ نبی کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے علوم غیبیہ پر دسترس دیتا ہے کسی حکمت ومصلحت کے تحت اظہار نہ ہو تو الگ بات ہے۔ جب سب بیٹوں نے اس پر حلف دے دیا کہ وہ بنیامین کو ساتھ لائیں گے۔ تفسیر مظہری میں ہے بیٹوں نے آخر میں یہ کہا ہمیں رب محمد کی قسم ہے لائیں گے ان کی قسموں پر اعتبار کرتے ہوئے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اللہ تمام واقعات پر گواہ ہے، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ''**فاللہ خیر حافظا**'' تو وحی ہوئی یعقوب تو نے توکل کیا ہے مجھے بھی اپنی عزت کی قسم تجھے بیٹے ملاؤں گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ ٦٧ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ٦٨ صدق اللہ العظیم

کہا (یعقوب علیہ السلام نے) اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا میں تمہیں اللہ سے بچا نہیں سکتا حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اُسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ چاہئے (٦٧) اور جب وہ (مصر میں) داخل ہوئے جس طرح اُنہیں ان کے باپ نے حکم دیا تھا وہ (یعقوب) انہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا تھا اللہ کی تقدیر سے مگر (یہ ایک تدبیر تھی) جو یعقوب کے دل میں تھی جسے پورا کیا اور بیشک

یعقوب صاحبِ علم تھے اس وجہ سے جو ہم نے
اُسے سکھایا مگر اکثر لوگ نہیں جانتے (۶۸)

تفسیر

اِس آیہ کریمہ میں یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کو سفر پر جانے کے آداب کا ذکر ہے کہ ان کے بیٹے ملک میں داخل ہونے کیلئے کیا طریقہ اختیار کریں۔

یعقوب علیہ السلام کے یہ بیٹے جو عزیز مصر کے حُسن سلوک سے متأثر تھے غلہ ختم ہونے پر پھر والد گرامی سے مصر جانے کی اجازت چاہتے ہیں تو والد گرامی نے بیٹوں کو سفر کی نصیحتیں کیں ایک ہدایت یہ تھی بیٹو! تم سارے اکٹھے ہو کر ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا الگ الگ دروازوں سے جانا، بیٹو! میں تمہیں کسی ایسی چیز سے نہیں بچا سکتا جو اللہ کی طرف سے آنے والی ہو تم نے یوسف کے بارہ میں دیکھ ہی لیا کہ یوسف پر تمہارے ذریعہ جو مشکل آنے والی تھی وہ آ کر ہی رہی۔ آج تو مصر شہر ہے مگر اس وقت ایک قلعہ کی طرز کی جگہ تھی اس کے چار دروازے تھے جو مختلف سمتوں میں کھلتے تھے کنعان اس قلعہ کے جنوب میں تھا اس وقت مصر دریائے نیل کے کنارے پر پھیلا ہوا تھا، یعقوب علیہ السلام کے اس حکم میں حکمت کیا تھی کہ بیٹو! سارے کے سارے ایک دروازے سے داخل نہ ہونا الگ الگ دروازوں سے جانا آپ نے بیٹوں کو یہ حکم غالباً اس لئے دیا کہ سارے بیٹے حسن و جمال میں بے مثال تھے اکٹھے داخل ہوں تو کسی کی نظرِ بد نہ لگ جائے۔

حضور ﷺ صاحبزادگان سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو یہ پڑھ کر پھونکا کرتے تھے ''اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان لامہ و من کل عین لامہ'' درویش لوگ آج بھی یہ دُعا پڑھ کر بیمار بچوں کو پھونک مارتے ہیں تو اللہ بدنظری سے بچا دیتا ہے۔ صحابہ کرام میں ابو سہیل بن حنیف کا واقعہ مشہور ہے انہوں نے ایک دفعہ غسل کیلئے کپڑے اُتارے تو ان کے گورے چٹے رنگ پر عامر بن ربیعہ کی نظر پڑ گئی ان کی زبان سے نکلا ''جسم کتنا حسین ہے'' بس یہ کہنا تھا کہ سہیل بن حنیف کو بخار ہو گیا، رسول اللہ ﷺ

کو خبر ہوئی تو آپ نے عامر بن ربیعہ کو حکم دیا وہ وضو کریں اور وہ پانی سہیل کے بدن پر ڈالا جائے ایسا ہی کیا گیا تو بخار اُتر گیا آپ نے عامر بن ربیعہ کو تنبیہہ فرمائی کہ تو نے جسم دیکھ کر برکت کی دعا کیوں نہ کی۔اس سے ثابت ہوا نظر لگ جاتی ہے، امام قرطبی بھی کہتے ہیں کہ نظر لگ جاتی ہے۔

الگ الگ دروازوں سے داخل ہونے کی ایک حکمت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ عزیز مصر کی طرف سے پہلی عزت افزائی کی بناء پر اب کوئی حسد نہ کرے، جھوٹے الزامات نہ لگا دے اور عزیز مصر کے سامنے بیٹے رُسوا نہ ہوں۔اللہ کا فضل ہوا بیٹوں نے ہدایت پر عمل کیا نہ کسی نے حسد کیا نہ بدنظری ہوئی۔آیہ مبارکہ کے آخر میں فرما دیا گیا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں یہ تدبیریں اسی وقت کام آ سکتی ہیں جب اِذنِ الٰہی ہو ہم سب کو اُسی کے فیصلوں پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ ۖ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب وہ یوسف (علیہ السلام) کے پاس جا پہنچے تو یوسف نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دے دی اور اُسے فرمایا میں تمہارا بھائی ہوں اور پریشان نہ ہونا جو کچھ وہ کرتے تھے (۶۹) پھر جب ان کا سامان ان کیلئے فراہم کر دیا تو پیالہ اپنے بھائی کے سامان میں رکھ دیا پھر پکارنے والا پکارا! اے قافلے والو تم تو ہمارے چور ہو (۷۰) وہ (قافلہ والے) بولے اس حال میں کہ ان کی طرف متوجہ تھے تم نے کونسی چیز گم کی ہے (۷۱) وہ بولے ہم نے بادشاہ کا پیالہ گم کیا ہے اور وہ جو

پیالہ تلاش کر لائے گا اُسے انعام کے طور پر
ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ دیا جائے گا اور میں
اس کا ضامن ہوں (۷۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں سفر پر جانے اور وہاں احتیاط سے داخل ہونے کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں شہر میں داخل ہو جانے اور درپیش آنے والے واقعہ کا ذکر ہے۔صاحب روح البیان نے یہ تفصیل اس طرح بیان کی ہے یعقوب علیہ السلام کے بیٹے جب مصر میں پہنچ گئے اور دربار یوسفی کے ملازمین نے پوچھ گچھ کی کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ تحقیقات کے بعد یوسف علیہ السلام کو خبر دی تو آپ نے ان کیلئے رہائش کا اہتمام فرما دیا ہر کمرے میں دو دو بھائی ٹھہر گئے۔ بنیامین اکیلے رہ گئے تو رونے لگے، یوسف علیہ السلام نے رونے کی وجہ پوچھی تو کہا میرا بھی ایک بھائی تھا اگر وہ آج ہوتا تو میں اس کے ساتھ ٹھہرتا، میرے اس بھائی کو یہ میرے بھائی جنگل لے گئے شام واپس آ کر کہا اُسے بھیڑیا کھا گیا ہے یہ واقعہ سناتے ہوئے بنیامین روتے روتے بے خود ہو گئے جب ہوش میں آئے تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم میرے ساتھ ٹھہرو گے، بنیامین اس وقت بھی روئے تھے جب دروازہ میں داخل ہوئے تھے کہ اکیلے تھے بھائی یاد آیا، آنسو بہے۔ دوبارہ جب کمروں کی تقسیم ہوئی ہے اور سارے بھائی دو دو ہو گئے اور یہ اکیلے رہ گئے اس وقت بھی بھائی کی یاد نے رُلا دیا تھا۔

پھر ایک مرتبہ اس وقت روئے جب کھانے پر بیٹھے اور سارے بھائی دو دو بیٹھے اور یہ تنہا رہ گئے، یوسف علیہ السلام نے پوچھا روتے کیوں ہو؟ عرض کی اگر یوسف ہوتے تو میں ان کے ساتھ بیٹھتا، یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو بار بار پریشان ہوتا ہے اگر تیرا بھائی میں بن جاؤں تو کیسا ہے؟ عرض کی آپ کا بھائی بننا میرے لئے تو فخر ہے مگر آپ کی ولدیت تو یعقوب نہیں اور نہ ہی آپ راحیل کے لخت جگر ہوں گے،

یوسف علیہ السلام قریب بیٹھ گئے بنیامین نے غور سے دیکھا بار بار دیکھا اور کہا اے عزیز مصر! مجھے تیرا چہرہ اپنے بھائی یوسف سے ملتا جلتا دکھائی دیتا ہے، کھانے کے بعد یوسف علیہ السلام نے مختصر دُعا کی، الٰہی اب جدائی ختم کر دے، اِلقاء ہوا یوسف اب اپنے کو اس پر ظاہر کر دو، تب آپ نے فرمایا میں تیرا بھائی ہوں پریشان نہ ہو۔

جونہی بنیامین نے یہ خبر سنی کہ یہ یوسف ہیں اور میرے بھائی ہیں تو پھر ایک مرتبہ بے خود ہو گئے، فراق کے بعد وصل کی گھڑی بڑی عظیم ہوتی ہے بے خودی سے افاقہ ہوا تو بنیامین عرض کرتے ہیں اب میں آپ سے جدا نہیں ہوں گا مجھے ڈر ہے میرے بھائی میرے ساتھ بھی کوئی ایسا کام نہ کر ڈالیں کہ وہ دیکھ رہے ہیں آپ مجھ سے محبت کر رہے ہیں کہیں اس پر حسد کا شکار نہ ہو جاؤں یوسف فرماتے ہیں بنیامین حوصلہ کرو، میں تمہیں اب ٹھہرا نہیں سکتا کوئی حل سوچیں گے حوصلہ کرو "**فلما جهزهم**" کے ارشاد سے بنیامین کے ٹھہرنے کا ایک راستہ فرمایا جا رہا ہے کچھ دن قافلہ کو ٹھہرانے کے بعد روانہ کیا جائے گا تو ان کے سامان غلہ میں ایک سرکاری پیالہ یا گلاس رکھ دیا گیا، یہ پیالہ یا گلاس عزیز مصر کیلئے تھا پھر اس سے ناپ تول کا کام لیا جانے لگا۔

قرآن مقدس کے ارشاد "سقایہ" سے معلوم ہوتا ہے یہ پینے کیلئے استعمال ہوتا تھا، یہ برتن بنیامین کی بوری میں رکھ دیا گیا قافلہ سامان خوراک لے کر چل پڑا تو پیالے کی تلاش شروع ہو گئی جب وہ نہ ملا تو اس قافلہ کو روکا گیا اور کہا تم نے چوری کر لی ہے، کنعان سے آنے والے قافلہ نے پوچھا کونسی شے چوری ہوئی ہو گئی ہے مصری خدام نے کہا بادشاہ کا پیالہ تھا، بادشاہ اس چوری پر پریشان ہے مصری ملازمین نے کہا اگر تم ہمارے بادشاہ کا پیالہ تلاش کر دو تو ہماری جان بچ سکتی ہے اور تمہیں انعام کے طور پر غلہ کا لدا ہوا ایک اونٹ دیا جائے گا۔

یہاں پر ایک سوال ذہن میں آتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو پہچان لیا، محبت کی مگر اس ساری صورت حال سے اپنے والد گرامی یعقوب علیہ السلام کو اطلاع کیوں نہ دی جواب میں یہی کہا

جا سکتا ہے کہ ابھی وحی الٰہی کے ذریعہ سے اجازت نہ ملی ہو گی یا اس لئے بھی کہ ابھی ایک اور امتحان بنیامین کی جدائی کے ذریعہ سے بھی ہونے والا تھا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِیْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾

صدق اللہ العظیم

(قافلہ والوں نے) کہا اللہ کی قسم تم اچھی طرح جانتے ہو ہم (یہاں) اس لئے نہیں آئے کہ زمین پر فساد برپا کریں اور نہ ہی ہم چور ہیں (۷۳) (ملازمین) یوسف نے کہا اگر تم جھوٹے ثابت ہو جاؤ تو اس کی سزا کیا ہے (۷۴) انہوں نے کہا اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان سے پیالہ مل جائے تو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں (۷۵) (ملازمین نے) ان کی تلاشی لینی شروع کی اور یہ تلاشی یوسف کے بھائی کے سامان سے پہلے تھی پھر وہ پیالہ اس کے بھائی کے سامان سے نکال لیا اس طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی اور یوسف اپنے بھائی کو شاہی قانون کے مطابق نہیں رکھ سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ (تعالیٰ) چاہے، ہم بلند کر دیتے ہیں درجات جس کے چاہتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑھ کر دوسرا علم والا ہوتا ہے (۷۶)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں تھا کہ بنیامین کو روکنے کیلئے مصریوں نے ایک بہانہ بنایا کہ بنیامین کی بوری میں شاہی پیالہ چھپادیا اور پھر یہ الزام عائد کیا کہ قافلہ والو تم چور ہو، عزیز مصر کا پیالہ گم ہوگیا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے قسم اُٹھا کر تردید کی کہ تم جانتے ہو ہم فساد پھیلانے کیلئے نہیں آئے اور نہ ہی ہم چور ہیں ہماری عادات اور خصلتیں تم نے دیکھیں ہم نے اپنے اونٹوں کے منہ بھی باندھے کہ کہیں کسی کی کھیتی کو یا درخت کو منہ نہ ماردیں یہ اُن کا تقویٰ تھا پرہیزگاری تھی۔

بعض تفاسیر میں یہ بھی ہے کہ جب یہ پہلی مرتبہ آئے ہیں اور غلہ لے کر واپس کنعان پہنچے تو ان کی بوریوں سے رقم نکلی جو عزیز مصر نے رکھوادی تھی وہ رقم بھی یہ واپس لے آئے کہ شائد مصر والوں سے غلطی ہو گئی ہے، بھائیوں نے کہا کہ ہم چور ہیں نہ فسادی ہیں اور اپنی صفائی قسم اٹھا کردی، یہ قسم سچی تھی جس سے پتہ چلتا ہے اپنی صفائی کیلئے قسم اُٹھانا کوئی بُری بات نہیں۔ جھوٹی قسم جُرم ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

قافلہ والوں نے عزیز مصر کے ملازمین کو مطمئن کرنے کی کوشش کی مگر وہ مطمئن نہ ہوئے اور کہا اچھا اگر چوری ثابت ہوگئی اور پیالہ تمہارے ہی سامان سے مل گیا تو بتاؤ اس شخص کی سزا کیا ہوگی؟ قافلہ والوں نے ملازمین کو جواب دیا اس کی سزا وہی شخص ہے جس کے سامان سے مال برآمد ہو۔ اسی طرح ہم اپنے قانون میں ظالموں کو سزا دیتے ہیں، یعقوب علیہ السلام صاحب شریعت رسول تھے آپ کی شریعت میں چور کی سزا چور کو غلام بنانا تھا، فیصلہ یہ ہوتا تھا چور اس کی غلامی میں زندگی گزارے جس کی چوری کی ہے۔ صاحب روح البیان نے بتایا کہ چور کو ایک سال غلام رہنا پڑتا تھا مگر یہ بات کمزور ہے کہ جس کا مال چوری ہوا ہے یہ عمل اس کا بدلہ نہیں بن سکتا۔ چور کے بارہ میں یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے یہ قواعد وضوابط تھے آج ہماری شریعت مطہرہ میں چور کی سزا اس کا ہاتھ کاٹنا ہے۔

ملازمین اور قافلہ والوں کی گفتگو کے بعد آخرکار قافلہ کا سامان چیک کرنا شروع کیا گیا، بنیامین کے

سامان سے پہلے دوسروں کی چیکنگ ہوئی جب بنیامین کا سامان کھولا گیا تو پیالہ نکل آیا، اہل قافلہ پریشان ہو گئے شرمسار ہوئے کہ اب کیا بنے گا؟ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ سامان تو تم نے خود ہی باندھا ہمارا تو دخل ہی نہ تھا، ہوسکتا ہے غلطی سے تم ہی رکھ بیٹھے ہو، ملازمین نے سارا مقدمہ یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا اور کہا کہ اہل قافلہ نے خود ہی چور کی سزا بتائی ہے کہ اُسے مال کا مالک اپنے پاس غلام بنا کر رکھ سکتا ہے۔

قربان جائیں وصل کا وقت آیا، تو کیسا سامان ہوا ہے۔ قرآن مقدس فرماتا ہے اسی طرح ہم نے تدبیر کی کہ پیالہ رکھا گیا پھر گھر پہنچنے سے پہلے برآمد ہوا، اگر برادران یوسف علیہ السلام خود سزا تجویز نہ کرتے تو یوسف علیہ السلام کو اپنے ملک کے قانون کے مطابق سزا دینی پڑتی۔ ''ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے پر بڑا علم والا ہے''، یعنی مخلوق میں ہم نے علم کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ پوری مخلوق میں اس کا کوئی ثانی، مقابل نہیں تو پھر رب العزۃ کا علم تو سب سے بالاتر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

صدق اللہ العظیم

بھائیوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو (تعجب نہیں) اس کے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی یوسف (علیہ السلام) نے اس بات کو اپنے جی میں رکھا اور اُن پر ظاہر نہ کیا (جی میں) کہا تم بہت بُری جگہ ہو اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو تم بہتان کر رہے ہو (۷۷) (بھائیوں نے) کہا اے عزیز مصر! اس کا باپ بہت بوڑھا ہے (صدمہ برداشت نہ کر سکے گا) ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ پکڑ لیں بیشک ہم آپ کو نہایت اچھے لوگوں سے دیکھتے ہیں (۷۸)

(عزیز نے) کہا خدا پناہ ہم پکڑیں مگر اس کو جس
کے پاس ہمارا سامان نکلا ہے (اگر ایسا کریں) تو
ہم ظالم ہوں گے (۷۹)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں سوتیلے بھائیوں کا بنیامین کے سلسلہ میں ایک طنزیہ الزام کا ذکر ہے جب پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد ہو گیا تو بھائی شرمندہ ہوئے اور بنیامین پر غصہ کیا جب عدالت مصری سے اس چوری کی سزا سُنی تو اور زیادہ پریشان ہوئے اور کہا اے عزیز مصر! پہلی بات تو یہ ہے کہ بنیامین نے چوری نہیں کی آپ کے ملازمین میں سے کسی نے غلطی کی ہے اور پیالہ بھول گیا پھر اگر بات ایسی ہی ہے کہ اس نے چوری کی ہے تو تعجب نہیں اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ حضرت یوسف نے بھائیوں کے اس الزام کو نہایت متانت، صبر، حوصلہ سے سنا نہ ہی رویہ بدلا نہ ہی چہرہ پر آثار پیدا ہوئے، دل میں ہی کہا تم شر پسند ہو اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو چور کہا ہے یوسف علیہ السلام نے اپنے نانا دابل کے بت کو چپکے سے اُٹھالیا اور راستہ میں توڑ دیا، اس واقعہ کو چوری کہا گیا۔ یہ بھی ہے کہ آپ غریبوں فقیروں سے محبت کرتے تھے جب کوئی سائل دروازے پر آتا تو بغیر پوچھے کھانا کھلا دیتے تھے ایسی باتوں کو بھائیوں نے چوری سے تعبیر کیا۔

بھائیوں کے جواب میں جناب بنیامین نے بھی کہا اگر میں نے چوری کی ہے تو تم نے بھی تو پہلی مرتبہ درہم اپنی اپنی بوری میں چھپائے تھے اب بھائی خاموش ہوئے اور عزیز مصر سے کہا اے بادشاہ! اس کا باپ بوڑھا ہو چکا ہے آپ ہم میں سے کسی کو اس کی جگہ رکھ لیں۔ اب تفصیل بھی عزیز مصر کو بتا دی کہ یہ ہمارا سوتیلا بھائی ہے ان کے والد کو ان سے بہت پیار ہے۔ بھائیوں نے کہا ہماری درخواست قبول کر لیجئے اسے چھوڑ دیں آپ تو بہت احسان کرنے والے ہیں کہ آپ نے ہم غریبوں کو ایسا انعام دیا کہ دنیا میں مثال نہیں ملتی

اب یہ بھی کرم فرما دیں بنیامین کو چھوڑ دیں یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہاری تعظیم وتکریم کی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ قانون کی خلاف ورزی کروں اور بنیامین کو چھوڑ کر کسی اور کو گرفتار کرلوں، غلام بنالوں جس سے جرم ثابت نہیں، میں ایسا گناہ نہیں کرسکتا اگر ہم نے ایسا غلط کام کیا تو یقیناً ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔ تمہیں بھی چاہئے کہ ایسے غلط مشورے نہ دو، خدا بُرا کرے حسد کا بھائیوں کو یوسف علیہ السلام کا نانا کا بت توڑنا اور غربا کو بغیر اجازت کھانا کھلانا بھی بُرا لگا اور عزیز مصر سے کہدیا۔

حسد ایک بہت بڑی بیماری ہے اس کا ایک علاج علمی ہے ایک عملی۔ علمی علاج تو یہ ہے کہ جس کے ساتھ حسد ہو عقیدہ بنایا جائے کہ یہ کمال عزت وعظمت اِسے خدا نے دی ہے میرے حسد کرنے سے جا نہیں سکتی اس عقیدہ سے یہ بیماری دور ہو جائے گی۔ عملی علاج یہ ہے کہ جس کے متعلق حسد ہو اُس کا اچھا ذکر بھی گاہے بگاہے کرنا شروع کردے، آہستہ آہستہ یہ صورت پیدا ہو جائے گی کہ میں حسد ہی کرتا ہوں اور اُس کی تعریف بھی، اُمید ہے اس تصور سے بہتری ہو جائے گی اور بیماری ختم ہو جائے گی۔ بعض علماء برادران یوسف علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں اور اُن سے گناہوں کا سرزد ہونا نبوت کے خلاف نہیں مانتے جسے علامہ باوردی وغیرہ نے کہا یہ نظریہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے، جمہور کا مسلک یہی ہے نبی معصوم ہوتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ
كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ
عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ
مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ
حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ
وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى
اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ
وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا
لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ سْـَٔلِ الْقَرْيَةَ
الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَ الْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ
وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

صدق اللہ العظیم

پھر جب وہ مایوس ہو گئے یوسف سے تو الگ جا کر سرگوشی کرنے لگےان کے بڑے بھائی نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کے نام سے پکا عہد لیا تھا اس سے پہلے جو یوسف کے حق میں تم زیادتی کر چکے ہو (وہ بھی تمہیں یاد ہے) میں تو اس زمین کو نہیں چھوڑوں گا جب تک میرے باپ مجھے اجازت نہ دیں یا میرے لئے اللہ فیصلہ فرمادے وہ فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے (۸۰) اپنے باپ کی طرف لوٹ چلو اور انہیں عرض کروائے ہمارے بابا! آپ کے بیٹے (بنیامین) نے چوری کی ہے (اس لئے اُسے غلام بنالیا گیا ہے) اور ہم نے آپ کو وہی کچھ بیان کیا ہے جس کا ہمیں علم تھا اور ہم غیب کی نگرانی کرنے والے نہیں (۸۱) اگر آپ کو اعتبار نہ آئے) تو بستی والوں سے پوچھ لیں جس میں ہم رہے اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جس میں ہم آئے اور بیشک ہم سچ کہہ رہے ہیں (۸۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کے مکالمہ کا ذکر تھا بھائیوں نے درخواست کی تھی کہ بنیامین کو چھوڑ دیا جائے اس کی جگہ ہم میں سے کوئی بھی رکھ لیا جائے اِس کا والد بوڑھا ہو چکا ہے اس سے پیار رکھتا ہے مگر یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی درخواست کو اہمیت نہ دی اور اپنے شرعی قانونی فیصلہ کو برقرار رکھا۔

اس آیہ کریمہ میں ذکر ہے جب بھائی بنیامین کو لینے سے مایوس ہو گئے اور کسی طرح کی چارہ جوئی کام نہ آئی اور بھائی یہی سمجھ گئے کہ ہمارا ہی بیان کردہ قانون برقرار ہے اس میں ردّ و بدل نہیں ہو گی تو سارے بھائی علیحدگی میں سرگوشی کرنے لگے ادھر بنیامین کو پکڑ کر سپاہی لے گئے اس حالت کو دیکھ کر بھائی پریشان ہو گئے۔ اِسی دوران بڑے بھائی نے کہا یہ روبیل تھا جو عمر میں بڑا تھا یا یہودا نے کہا جو علم و عقل میں بڑا تھا یا شمعون نے کہا جو قافلہ کا سردار تھا، کہا یہ تمہیں پتہ نہیں والد گرامی نے ہم سے قسمیں لی ہوئی ہیں اور یوسف کے بارہ میں جو کچھ کر چکے ہو وہ بھی تمہیں پتہ ہے اب ہم شرمسار ہیں والد کو کیا منہ دکھائیں گے، واپس جاؤ ہی نہ، کسی نے کہا اس فیصلہ سے تو اور خرابی ہو گی۔ والد گرامی سمجھیں گے شاید سارے ہلاک ہو گئے ہیں پھر پیچھے غلہ کا انتظار ہو رہا ہے خاندان میں بھوک ہے واپس نہ جائیں گے تو کاروبار کون چلائے گا؟ بڑے نے کہا ٹھیک ہے تم سب جاؤ مگر میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک والد گرامی اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی فیصلہ نہ فرما دے، اس کا فیصلہ ہمیشہ مضبوط اور عدل والا ہوتا ہے۔ جاؤ واپس والد گرامی کے ہاں حاضری دو، بنیامین کے بارہ میں پوچھیں تو صاف صاف بتا دینا اس نے شاہی پیالہ چوری کیا ہے تلاشی لی گئی تو اس کے کجاوے سے مل گیا اس کی پاداش میں اسے وہاں رکھ لیا گیا ہے۔ یہ بھی بتانا کہ ابا جی! ہم نے

چوری کا مشاہدہ نہیں کیا صرف عمومی معلومات پر ہی بتا رہے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے یہ ہماری شہادت نہیں اور نہ ہی ہم نے بنیامین سے اقرارِ جرم سنا۔

بیٹوں نے ساری صورت حال ذکر کی کہ ہم بستی سے باہر نکل آئے تھے تو مصر کے حکمرانوں نے تعاقب کر کے پکڑ لیا اور تلاشی لی۔ بابا جان! اگر آپ کو ہماری باتوں پر یقین نہ آئے تو بستی والوں سے پوچھ لیا جائے کہ واقعہ کیسے ہوا یا کنعان کے دوسرے لوگوں سے پوچھ لیا جائے جو ہمارے ساتھ تھے وہ بھی ہماری گواہی دے دیں گے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں صحیح کہہ رہے ہیں بلکہ خود عزیز مصر ہماری گواہی پر شہادت دے گا کہ سچ کہہ رہے ہیں، بھائیوں نے خوب خوب واقعہ کو بار بار دہرایا، والد گرامی کو مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ بنیامین سے بدظن ہو جائیں اور باقی بھائیوں کو سچا مان لیں۔ بیٹوں نے کہا اباجی ہم غیب کی باتوں کے نگران تو نہیں ظاہری طور پر جو کچھ ہوا ہم نے بیان کر دیا ہے۔

والد گرامی! آپ قریہ والوں سے بھی پوچھ سکتے ہیں یہاں قریہ سے مراد مصر ہے وہ بھی ہماری گواہی دیں گے کہ ہم یقیناً سچے ہیں، اس سارے واقعہ پر تفسیر مظہری نے ذکر کیا ہے، یوسف علیہ السلام کے والد گرامی کے ساتھ اس قدر عجیب معاملہ کیسے گوارا ہوا، اپنی اطلاع بھی نہ دی، بنیامین کو بھی روک لیا۔ صاحب مظہری نے جواب دیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یہ سارے کام اللہ کے حکم سے کئے جس کا مقصد یعقوب علیہ السلام کے امتحان کی تکمیل تھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَن يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ مِنَ الْهَالِكِينَ ﴿٨٥﴾ قَالَ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾

صدق اللہ العظیم

کہا (یعقوب علیہ السلام نے) تمہارے نفسوں نے یہ بات تمہارے لئے آراستہ کردی ہے اب صبر ہی بہتر ہے قریب ہے اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے بیشک وہ (اللہ) سب کچھ جاننے والا ہے دانا ہے (۸۳) آپ (یعقوبؑ) نے اُن سے منہ پھیر لیا اور کہا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور ان کی دونوں آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں اور غم کو ضبط کئے ہوئے تھے (۸۴) بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ ہر وقت یوسف کو یاد کرتے رہتے ہیں کہیں آپ کی صحت خراب نہ ہو جائے یا آپ ہلاک نہ ہو جائیں (۸۵) آپ نے فرمایا میں تو اپنے غموں اور دکھوں کی شکایت اپنے رب سے کر رہا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (۸۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں یوسف علیہ السلام اور بھائیوں کی گفتگو کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں بیٹوں اور باپ کی گفتگو ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بیٹو! جو کچھ تم نے مجھے بتایا ہے اور یقین دلانا چاہتے ہو کہ بنیامین سے چوری کا عمل سرزد ہوا تمہارے انداز گفتگو سے واضح ہو رہا ہے بات ایسے نہیں تم اپنی جلد بازیوں کے باعث دھوکہ کھا گئے ہو یوسف کی جدائی کوئی معمولی بات نہ تھی کہ اب بنیامین کا فراق بھی سامنے ہے اور

اب بنیامین سے ملنے کی بھی کوئی صورت نہ رہی آپ نے فرمایا میں صبر کروں گا۔ صبر کرنا ہی میرے لئے بہتر ہے پسندیدہ ہے مجھے اپنے رب سے قوی اُمید ہے کہ شبِ فراق ختم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ میرے بچھڑے بچوں کو ضرور ملا دے گا، بے شک اللہ علم والا ہے۔

علماء نے صبر کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔ پہلی صورت ''صبر علی الطاعة'' ہے یعنی بندگی پر ثابت قدم رہنا گرمی ہو یا سردی، دُکھ ہو یا سُکھ، پریشانی ہو یا سکون میں اطاعت خداوندی پر ثابت قدم رہے یہ بھی صبر ہے دوسری صورت ''صبر عن المعصیه'' ہے گناہ سے رُک جانا بھی صبر ہے کوئی مانع نہیں، رُکاوٹ نہیں ہر طرح سے گناہ پر قادر ہے مگر خدا کا ڈر روک دیتا ہے یہ عقیدہ گناہ سے روک دیتا ہے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ تیسری صورت ''صبر علی المصائب'' ہے۔ یعنی مشکلات ومصائب پر صبر کرنا اس صورت کیلئے ضروری ہے کہ مصیبت مشکل وارد ہوتے ہی صبر کرے، اللہ کے فیصلوں پر راضی رہے اگر روتے روتے آنسو ختم ہوگئے، رونے چلانے کی ہمت نہ رہی اور پھر کہا صبر ہے تو یہ صبر نہیں۔ حسین ترین صبر کی کئی صورتیں اور بھی ہیں جس کی طرف سے دکھ پہنچے اُسے گالی نہ دے، اللہ کی شکایت نہ کرے، موسم کو بُرا بھلا نہ کہے، گریبان پھاڑنے، بال نوچنے سے بچے، مشکلات ومصائب سے پریشان ہوکر رُوپوش نہ ہوجائے۔

یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے چند باتیں کیں اور پھر گوشہ تنہائی میں چلے گئے، فراق یوسف و بنیامین پر نہ واویلا ہے نہ چیخ و پکار ہے۔ بعض روایات میں ملتا ہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فراق یوسف میں تیس سال گزارے فراق میں روتے روتے آنکھوں پر سفیدی چھا گئی دونوں آنکھیں سفید ہوگئیں اب یہ دوسرا صدمہ ہوا ہے کہ بنیامین بھی جدا ہے، یعقوب علیہ السلام کے دورِ فراق اور صدمہ کو دیکھ کر بیٹوں نے کہا یا گھر والوں نے، ابا جان! اللہ کی قسم آپ ابھی تک یوسف کو بھولے نہیں حالانکہ عرصہ بہت گزر گیا اس کا ذکر کرتے رہتے ہو یا کرتے رہو گے یہاں تک کہ نڈھال ہوجاؤ گے۔ بابا! آپ اپنی کمزوری، بڑھاپے کا خیال کریں یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی یہ باتیں سُن کر فرمایا مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں، میں اپنے

اللہ کی طرف ہی اپنے رنج وملال کو پیش کرتا ہوں۔

یعقوب علیہ السلام نے اپنے غم کے سلسلہ میں دو لفظ فرمائے ''بثی و حزنی ''غش کے غم کو''بث'' سے تعبیر کیا اور محبت کے غم کو''حزن'' سے تعبیر کیا ہے۔ یہ فرق بھی ہے''بث'' دل کی گہرائی میں اُتر جانے والا غم ہے،''حزن''عقل پر چھا جانے والا غم، یا یہ معنی ہے''بث'' باطنی غم ہے، ''حزن'' ظاہری غم۔

آخر میں فرمایا مجھے اللہ کی طرف سے وہ علم ہے جو تمہیں نہیں، یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں کی بات نہ ماننا بتاتا ہے واقعہ کا علم اللہ نے یعقوب علیہ السلام کو دے دیا ہے کہ کوئی چوری نہیں ہوئی، بنیامین کو گرفتار نہیں کیا گیا اس کی حقیقت آگے کھلنے والی تھی۔ آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا یعقوب غم سے''کظیم'' تھے۔''کظیم'' کہتے ہیں جو غم سے بھر چکا ہو اور لبوں پر مُہر خاموشی ہو، کسی کے سامنے اظہار نہ کرتا ہو وہ کظیم ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَاؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾

صدق اللہ العظیم

(یعقوب علیہ السلام نے فرمایا) بیٹو جاؤ یوسف اور اُس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جانا، رب کی رحمت سے مایوس تو کافر لوگ ہوتے ہیں (۸۷) پھر جب وہ یوسف (علیہ السلام) کے پاس گئے تو عزیز مصر سے عرض کی اے عزیز! ہمیں اور ہمارے اہل خانہ کو مصیبت پہنچی ہے اور ہم حقیر سی رقم لے کر حاضر ہوئے ہیں آپ ہمیں پورا ناپ کر دیں اور (اس کے علاوہ) ہم پر خیرات بھی کر دیں اللہ خیرات کرنیوالوں کو بدلہ دیتا ہے (۸۸) (عزیز مصر نے

کہا) کیا تمہیں علم ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس
کے بھائی کے ساتھ کیا جب تم نادان تھے (۸۹)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بیٹوں کی گفتگو سے یعقوب علیہ السلام پریشان ہوئے ہیں، محسوس ہوتا تھا آپ مایوس ہو گئے ہیں، اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے یعقوب علیہ السلام مایوس نہیں ہوئے رب کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔ کئی دن تک خلوت نشینی کے بعد یعقوب علیہ السلام باہر تشریف لائے اور بیٹوں کو جمع کر کے فرمایا بیٹو! جاؤ اللہ پر توکل و بھروسہ کر کے یوسف اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور رب کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

''تجسس'' کا معنی ہے خیر کی تلاش کرنا، بیٹوں نے عرض کی بابا جی! یوسف کو گم ہوئے عرصہ گزر گیا کہاں تلاش کریں؟ فرمایا رحمت الٰہیہ سے مایوس نہ ہو جاؤ تلاش کرو، کافر رحمت خداوندی سے مایوس ہوتا ہے مومن نہیں۔

سیدنا یعقوب علیہ السلام کے اس اندازِ خطاب سے معلوم ہوتا ہے بیٹے کافر نہیں مومن ہیں۔ قنوط اور یاس میں فرق ہے، مایوسی یہ ہے جس میں مصیبت سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ نہ آئے، قنوط وہ مایوسی ہے جس میں بچ نکلنے کی کوئی تدبیر دکھائی دیتی ہو۔ یعقوب علیہ السلام کے ارشادات کے بعد بیٹے گھر سے چل پڑے جب بیٹے دربار یوسفی میں پہنچے تو کہا اے عزیز مصر! ہم پریشانی میں آئے ہیں کاروبار بند ہے قحط سالی کا غلبہ ہے ہمارے پاس جو کچھ تھوڑا بہت مال تھا وہ لے آئے ہیں ہماری یہ پونجی بہت تھوڑی ہے ضرورت پوری نہیں کرتی سکہ پرانا ہو گیا ہے کوئی دکاندار اسے قبول نہیں کرتا، مہربانی کریں جو کچھ ہے قبول کریں اور پورا ناپ تول دے دیں، ہماری قیمت نہ دیکھیں اپنے اخلاق کو سامنے رکھیں اور پھر مزید صدقہ خیرات بھی دے دیں، آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ پہلے سال یہ پونجی پیش کی پھر ہر سال گھر کا کچھ نہ کچھ سامان لاتے رہے غلہ حاصل کرتے رہے مسلسل چھ سات سال تک یہ کیفیت رہی،

ساتویں سال غلہ ختم ہوگیا تو پھر جناب یوسف علیہ السلام اپنا پیار، حسن و جمال اخلاص اخلاق دکھا کر لوگوں کی بھوک اُتارتے جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی پریشانی غربت دیکھی تو آپ سمجھ گئے کہ یہ وقت منشاء الٰہی کے مطابق پردہ اُٹھنے کا وقت ہے آپ نے بھائیوں سے فرمایا تمہیں وہ سلوک معلوم ہے جو تم نے یوسف سے کیا تھا جو کچھ تم نے بنیامین سے کیا، ایک کو گم کیا، دوسرے بھائی بنیامین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا، ایذائیں دیں یہ سب کچھ تم نے اپنی لاعلمی پر کیا یا تم نے چاہا کہ یوسف کو والد سے جُدا کیا جائے تو اس کی ساری محبت ہمارے لئے ہوگی یا تم نے اس لئے کیا کہ آخرت کے فیصلہ سے بے خبر تھے۔

جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تھا اور اوپر سے رسی کاٹ دی گئی تھی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے فرمایا تھا پریشان نہ ہونا تیرا کچھ بگاڑا نہیں جا سکتا، ایک دن آئے گا جب تو انہیں ان کی اس حرکت پر آگاہ کرے گا۔ آج اس وعدہ کے پورے ہونے کا وقت آ پہنچا ہے عجیب منظر ہے سارے بھائی وہ بھائی جنہیں اپنی جوانی پر ناز تھا فقیر، غریب کی حیثیت سے حاضر ہیں اور ادب و احترام سے اپنے فاقہ کی شکایت کر رہے ہیں اور انہیں ابھی تک یہ پتہ ہی نہیں کہ وہ بندہ جو شاہی جلال کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے وہ یوسف (علیہ السلام) ہے۔ جب اچانک یوسف پوچھتے تمہیں معلوم ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ اب بھائی اچانک متوجہ ہوئے اور شرم میں ڈوبے۔ اس عظیم موقعہ پر یوسف علیہ السلام کی طرف سے کوئی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ، عظمت، ہیبت، رُعب کا مظاہرہ نہیں بلکہ عجز ہے، اخلاص ہے، انکساری ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾

صدق اللہ العظیم

(بیٹوں نے) کہا کیا بے شک آپ ہی یوسف ہیں فرمایا (یوسف علیہ السلام نے) میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بے شک اللہ نے ہم پر احسان فرمایا بے شک جو پرہیزگار ہو اور صبر کرے اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا (۹۰) (بھائیوں نے) کہا اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور بے شک ہم خطاوار تھے (۹۱) فرمایا (یوسف نے) آج آپ پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے (۹۲) میرا یہ کُرتہ لے جاؤ اور ابا کے چہرے پر ڈالو، بینائی آجائے گی اور اپنے سب گھر والے میرے پاس لے آؤ (۹۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بھائیوں کا یوسف علیہ السلام سے غلہ لینے اور اُن پر صدقہ وخیرات کرنے کا ذکر تھا اس آیہ مبارکہ میں یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو معاف کرنے کا ذکر ہے۔ جونہی یوسف علیہ السلام نے پیار ومحبت کا انداز اختیار فرمایا تو بھائیوں پر حیرت طاری ہوگئی اور تعجب کے انداز میں پوچھا کیا آپ یوسف ہیں؟ بھائیوں نے کئی ملاقاتوں کے بعد آج پہچانا یہ پہچان یا تو اس لئے ہوئی کہ یوسف علیہ السلام نے پوچھا تھا کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ یا اس لئے ہوئی کہ آپ نے گفتگو کے درمیان مسکراہٹ فرمائی یا اس وجہ سے آج یوسف علیہ السلام نے سر سے تاج شاہی اُتار کر گفتگو کی تھی، بھائیوں کے جواب میں یوسف علیہ

السلام نے فرمایاہاں میں یوسف ہی ہوں، یہ بنیامین میرا بھائی ہے۔تم نے ہم دونوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہ تمہیں پتہ ہے لیکن اللہ نے ہم دونوں پر عظیم احسان فرمایا کہ دکھوں کے بعد سکھ دیا،غموں کے بعد خوشی دی، پریشانی کے بعد سکون بخشا۔جو شخص بھی پرہیزگاری کرے گا،صبر سے کام لے گا اللہ اُسے اجر سے نوازے گا، اللہ تعالیٰ نیکوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے خطاب کے بعد کہا بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور ہم غلطی پر تھے اللہ نے آپ کو بے شمار انعامات سے نوازا۔یوسف! ہمیں اعتراف ہے ہم سے غلطیاں ہوئیں کوتاہیاں ہوئیں تجھے پریشان کیا، باپ کو رُلایا، دُکھ پہنچایا اے یوسف! اب ہم اقراری مجرم کی حیثیت سے حاضر ہیں قربان جائیں یوسف علیہ السلام کے عفو وکرم پر پوری کائنات میں اس قسم کا دوسرا نظارہ فتح مکہ کے موقعہ پر ہے جس کی دنیا میں مثال نہیں۔

بھائیوں کے اظہارِ جرم پر یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں، پریشان نہ ہوں آج تم پر کوئی سزا نہیں ملامت نہیں شرم سے سر کا جھکاؤ نہیں اللہ کے فضل وکرم سے سر اونچا کرو تمہارا بھائی صرف بادشاہ ہی نہیں، نبی ورسول بھی ہے۔میرے بھائیو! یہی نہیں کہ میں تمہیں معاف کررہا ہوں، رب قدوس سے بھی معافی لے کر دوں گا وہ بہت مہربان ہے، رحیم ہے کریم ہے۔اب تم میری یہ قمیص لے جاؤ اور باپ کے چہرے پر ڈالو، بینائی لوٹ آئے گی وہ قمیص جس نے بدن پیغمبر کو مَس کیا تھا وہ معجزہ بن رہی ہے جس سے پتہ چلتا ہے نبی کا قرب حیات ہے اور اس سے دُوری موت ہے۔

قمیص کے بارہ میں کئی روایات ملتی ہیں کہ یہ قمیص کونسی تھی مگر مضبوط اور معتبر بات یہی ہے وہ قمیص وہی تھی جس نے یوسف علیہ السلام کے بدن کو مَس کیا تھا،اور اسی جسم مبارک ہی کی برکت سے معجزہ بن گئی۔ صاحب روح المعانی نے قمیص کے بارہ میں سارے اقوال کو نظر انداز کر کے یہی فیصلہ دیا ہے کہ یہ قمیص وہی تھی جو اس وقت آپ کے جسم پر تھی۔اس قمیص کے بارہ میں مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یوسف

علیہ السلام کا حسن و جمال اور ان کا وجود خود جنت ہی کی ایک چیز تھی اس لئے ان کے جسم سے ملنے والے کُرتے میں یہ خاصیت ہوسکتی ہے۔(تفسیر مظہری)

یوسف علیہ السلام نے صرف بھائیوں کو آسائش کا پیغام نہیں دیا بلکہ فرمایا واپس جا کر اپنے تمام گھر والوں کو یہاں لے آؤ تاکہ وہ بھی امن وسکون سے وقت گزار سکیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ﴿٩٤﴾ قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا خَاطِئِينَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب قافلہ (مصر سے) روانہ ہوا (تو کنعان میں) اُن کے والد گرامی نے کہا میں تو یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو (۹۴) گھر والوں نے کہا (ابا جی!) آپ اپنی اس پرانی محبت میں مبتلا ہیں (۹۵) پس جب خوشخبری سنانے والا آ گیا اُس نے وہ کُرتہ آپ کے چہرہ پر ڈالا تو آپ فوراً بینا ہو گئے (یعقوب علیہ السلام نے) کہا میں نے تمہیں کہا نہ تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (۹۶) بیٹوں نے عرض کی اے ہمارے والد گرامی! ہمارے لئے معافی مانگئے ہمارے گناہوں کی، ہم غلطی پر تھے (۹۷) فرمایا (یعقوب علیہ السلام نے) عنقریب تمہارے لئے معافی چاہوں گا اپنے رب سے بیشک وہی غفور ہے رحیم ہے (۹۸)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں یوسف علیہ السلام کے کُرتے کے معجزہ کا ذکر تھا کہ اُسے بابا کی آنکھوں پر ڈالو، بینائی لوٹ آئے گی۔ اس آیہ مبارکہ میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کے معجزہ کا ذکر ہے کہ آپ نے کُرتہ آنے سے بہت پہلے فرمایا میں یوسف کے کُرتہ کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔

جب قافلہ یوسف علیہ السلام سے رُخصت ہوا تو اس قمیص کا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ کون لے جائے ہر ایک کی خواہش تھی یہ سعادت اُسے حاصل ہو مگر یہودا نے عرض کی یہ قمیص مجھے دی جائے میں لے جاؤں گا کہ اس سے پہلے خون آلود قمیص لے کر بھی میں گیا تھا اور والدِ گرامی کو جھوٹے خون والی قمیص نے غمگین کیا تھا اب یہ خوش کرنے والی قمیص بھی مجھے ہی دی جائے میں نے ہی باپ کو رُلایا تھا، ستایا یا غمزدہ کیا تھا۔ اب خوش بھی میں ہی کروں گا۔

یہ کیسا عجیب منظر ہو گا جب یہودا اپنی غلطی کا اقرار کر رہا ہو گا اور کیسا حسین منظر ہو گا جب یوسف پردہ ڈال رہے ہوں گے اور شرمندگی سے بچا رہے ہوں گے چنانچہ وہ قمیص یہودا کو دے دی گئی بھائیوں نے اِس مرتبہ مصر میں دو دن قیام کیا جونہی قمیص دی گئی فوراً خوشی خوشی چل پڑے ادھر قافلہ چلا ہی تھا تو اُدھر یعقوب علیہ السلام نے افرادِ خانہ سے فرمایا اگر تم مجھے بوڑھا یا نفسیاتی مریض نہ سمجھو تو میں تم سے ایک بات کہوں، میں آج یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں یہ خوشبو جنت کی تھی کہ جنت والے جسم کو کُرتے نے مَس کیا ہوا تھا اس موقعہ پر خوشبو بھی ہے یوسف بھی یاد آ رہے ہیں جونہی آپ نے یہ خبر گھر والوں کو سنائی تو گھر والے بولے ابا جان! آپ تو ابھی تک اس پرانی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں عرصہ گذر گیا یوسف کو فوت ہوئے اب کہاں اور کیسے یوسف کی خوشبو۔

وقت گزرتا گیا بیٹے خوشی خوشی یہ سفر کر رہے تھے قریباً ۲۴۰ میل کا سفر تین چار دنوں میں پورا ہو گیا اور اپنے والد گرامی کے ہاں پہنچ گئے جونہی یہودا آیا اور وہ کُرتہ یعقوب علیہ السلام کے چہرہ پر ڈالا بینائی مکمل طور

پر لوٹ آئی چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوگئے، دل میں سرور آنکھوں میں نور موجزن ہے۔ بھائی بھی خوش ہوئے یہ کُرتے کا کمال تھا نبی کا معجزہ تھا، بعض نے کہا بینائی کمزور ہوگئی تھی۔ قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں'' **فعاد بصیرا بعد ما کان عمی** '' بینائی بالکل ختم ہوگئی تھی اور کُرتے کی برکت سے لوٹ آئی۔ بعض لوگوں نے تاویلیں کی ہیں جو سراسر غلط ہیں، قرآن مقدس کا ارشاد ہے'' **فارتد بصیرا** '' بینائی لوٹ آئی'' یہ حتمی فیصلہ ہے تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔

صاحب روح المعانی نے کہا ہے قرآن کریم کے واضح الفاظ سے یہی پتہ چلتا ہے آپ کا بینا ہو جانا معجزہ ہے، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا میں اللہ تعالیٰ کے جتانے سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اب اس عظیم واقعہ کو دیکھ کر بیٹوں نے اپنے والد گرامی سے عرض کیا ابا جی! ہم نے غلطی کی قصوروار ہیں غلطی کا اقرار کرتے ہیں۔ مہربانی فرما کر آپ ہمارے لئے اللہ سے معافی طلب کریں آپ نے وعدہ فرمایا میں تمہارے لئے مغفرت کی درخواست کروں گا چنانچہ آپ نے یہ دُعا سحری کے وقت یا جمعرات کو کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے قصور کو معاف فرما دیا۔

قرآن مقدس نے سحری کے وقت دعا مانگنے والوں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے'' **والمستغفرین بالاسحار** '' اللہ کے نیک بندے سحری کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ استغفار بہترین وظیفہ ہے سحری کا وقت قبولیت کا وقت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے رات کے آخری وقت رب قدوس آسمان اول پر جلوہ فرماتا ہے جیسے اس کی شان کے لائق ہے اور فرماتا ہے، ہے کوئی معافی مانگنے والا میں معاف کر دوں، ہے کوئی بیمار، شفا چاہنے والا میں شفا دے دوں۔ یہ ارشادات طلوع فجر تک جاری رہتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

پھر جب وہ یوسف کے سامنے ہوئے آپ نے جگہ دی اپنے والدین کو اپنے پاس اور فرمایا مصر میں داخل ہو جاؤ اللہ نے چاہا تو آپ اس میں رہیں گے (۹۹) اور آپ نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور وہ بیٹے اس کیلئے سجدے میں گر گئے اور یوسف نے کہا اے والد گرامی! یہ تعبیر ہے میرے اس خواب کی جو میں نے (عرصہ) پہلے دیکھا تھا میرے اللہ نے اُسے سچا کر دکھایا اور اُس نے مجھ پر بڑا کرم کیا جب مجھے قید سے نکالا اور آپ کو صحرا سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے ان بھائیوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا تھا بیشک میرا رب لطف و کرم فرمانے والا ہے جس کیلئے چاہتا ہے بے شک وہی سب کچھ جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے (۱۰۰)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بھائیوں کی معذرت کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں عملی طور پر سر جھکا کر سجدہ کر کے دلی اقرار کا اظہار ہے، پچھلی آیہ مبارکہ میں یوسف علیہ السلام کا ارشاد تھا کہ جاؤ اپنے اہل و عیال اور خاندان کو بھی لے آؤ اور امن سے رہو۔ اس آیہ پاک میں اہل و عیال کی آمد کا ذکر ہے، خاندان کے مصر آنے سے پہلے سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے والدین اور بھائیوں کے اعزاز کیلئے باہر استقبال کیلئے آ گئے، نہایت

شاندار انداز تھا چار ہزار فوجی سلامی کیلئے تھے، یعقوب علیہ السلام جب ایسے بہتر افراد کے ساتھ مصر کی حد میں داخل ہوئے تو آپ نے عظیم جلوس دیکھا اور بیٹے یہودا سے پوچھا بیٹے یہ کیا معاملہ ہے یہ صحرا کیوں بھرا ہوا ہے، عرض کی ابا جان یہ آپ کے استقبال کیلئے یوسف آئے ہیں، فوج و لشکر ساتھ ہے خوشی کا اظہار ہے۔ جبریل حاضر ہوئے اور کہا اے اللہ کے نبی یعقوب! آپ اس زمینی لشکر کو دیکھ کر حیران ہو رہے ہیں آسمانی فضا بھی فرشتوں سے بھری ہوئی یہ نظارہ کر رہی ہے جیسے فرشتے آپ کے غم میں آپ کے ساتھ روتے تھے خوشی میں بھی آج شامل ہیں۔

سیدنا یوسف علیہ السلام سب سے پہلے گھوڑے سے اُترے اور والد گرامی کو سلام کیا، دونوں باپ بیٹا بغل گیر ہوئے خوشی کے آنسو تھے والد گرامی نے یوسف علیہ السلام کیلئے دُعا کی اور قافلہ کو شاندار خیموں میں ٹھہرایا گیا مگر یوسف علیہ السلام نے اپنے والد گرامی اور سوتیلی والدہ خالہ لیّا کو اپنے تخت پر اپنے قریب بٹھا لیا، جیسے عربی میں ''اب'' کا لفظ ''چچا'' پر بھی استعمال ہوتا ہے ایسے ہی یہاں پر ''ابویہ'' تثنیہ میں یہ لفظ والدہ پر بھی استعمال ہوا ہے۔

ایک دو دِن یہیں قیام رہا اب یوسف علیہ السلام عرض کرتے ہیں ابا جان ! آپ ساری زندگی گزارنے کیلئے مصر تشریف لے جایئے، یہاں شہر میں پہنچے تو یہاں نبی یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنے قیمتی تخت پر بٹھایا۔ بھائیوں نے یہاں کا منظر دیکھا تو سب کھڑے کھڑے سجدہ میں گر گئے، یہ سجدۂ شکر تھا یا نیازمندی تھا اس منظر کو سیدنا یوسف علیہ السلام نے دیکھ کر کہا ابا جان یہ ہے میرے اس خواب کی تعبیر جسے میں نے چالیس سال پہلے دیکھا تھا، میرے اللہ نے اتنے عرصہ کے بعد میری خواب کو سچا کر دکھایا۔

سیدنا یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں، بھائیو! رشتہ دارو! درباریو! میرے اللہ نے مجھ پر بڑے احسان فرمائے ہیں مجھے قید سے نکالا اور تمہیں غربت، فقر و مصیبت سے نکالا اور گاؤں سے یہاں لایا، شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان ناچاقی ڈال دی تھی، ملاقات کی کوئی صورت نہ تھی بے شک میرا

رب مہربان ہے لطیف ہے حکمت والا ہے۔ آیہ مبارکہ میں والدین اور بھائیوں کے سجدہ میں گرنے کا ذکر ہے۔ یہ سجدہ کیسا تھا؟ اس سے مُراد یا تو صرف جھکنا ہے اور اظہار تعظیم کیلئے ہے یا اس سے مُراد زمین پر پیشانی رکھنا ہے یا یہ معنی ہے کہ یہ سجدہ تو اللہ کیلئے تھا اور یوسف بحثیت قبلہ کے تھے۔ یہ بات واضح رہے یہ سجدہ عبادت کا نہیں بلکہ سجدۂ تعظیمی تھا جو پہلی تمام شریعتوں میں جائز تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری پر اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا وہ علم والا ہے حکمت والا ہے اگر وہ چاہتا تو یوسف علیہ السلام کو آن واحد میں اس مقام پر پہنچا دیتا اس کے کرم سے بعید نہ تھا مگر اس کی حکمت کے تقاضے کچھ اور تھے سارے واقعہ میں واضح طور پر اشارہ مل رہا ہے حسین وادیوں کو پانے اور بلند مقام پر پہنچنے کیلئے مشکلات و مصائب کی کٹھن منزلیں بھی طے کرنی پڑتی ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ
مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ
تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ
وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ
وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ
لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ
عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾

صدق اللہ العظیم

اے میرے رب عطا فرمایا تو نے مجھے یہ ملک نیز تو نے مجھے باتوں کے انجام کا علم سکھایا اے آسمانوں اور زمینوں کے بنانے والے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں مجھے اس حالت میں وفات دے کہ میں مسلمان ہوں اور مجھے نیک بندوں کے ساتھ ملا دے (۱۰۱) یہ (واقعہ) غیب کی خبروں سے ہے ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اس بات پر متفق ہو گئے تھے اور وہ مکر کر رہے تھے (۱۰۲) اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں خواہ آپ کتنا ہی

چاہیں (۱۰۳) (اس تبلیغ پر) آپ اُن سے کوئی
معاوضہ نہیں مانگتے ، نہیں ہے یہ مگر تمام جہانوں
کیلئے نصیحت (۱۰۴)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں ذکر تھا یوسف علیہ السلام اپنے رب کی نعمتوں کا ذکر و شکر ادا کر رہے ہیں، اِن آیات میں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ پر خصوصی عطا کا ذکر ہے کہ محبوب! (ﷺ) ہم نے تجھے غیبی خبروں سے اطلاع دی ۔ یوسف علیہ السلام بارگاہ قدس میں انعامات الٰہیہ کا ذکر کر کے شکر ادا کر رہے ہیں میرے پروردگار! تو نے ہی مجھے باتوں کا انجام سکھایا، خوابوں کی تعبیر سکھائی تو ہی زمین و آسمان کے پیدا کرنے والا ہے، ٹھہرانے والا ہے بچانے والا ہے تو ہی میرا والی ہے میرا مددگار ہے ہر حال میں خبردار تو ہی ہے۔ تو نے مجھے رزق، قوت، عظمت، علم و فضل سے نوازا ہے اے میرے اللہ! جب میری وفات کا وقت آئے مجھے اس حالت میں فوت کرنا کہ میری ہر شئی سلامت رہے جسم و روح، اعمال، ایمان، اطاعت ۔

اے میرے اللہ! مجھے دنیا کی خلوت کے بدلے آخرت کی جلوت عطا فرما، اے میرے اللہ مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملانا اب حضور ﷺ سے ارشاد ہے، اے محبوب! یوسف علیہ السلام کے تمام واقعات ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتادیئے اس سے پہلے یہ سب غیب کی خبریں تھیں، ہم نے آپ کو وحی کر کے یہ مخفی واقعات بتادیئے ۔ کچھ باتیں تورات و انجیل کے ذریعہ عام ہوئیں کچھ باتیں جو بالکل مخفی تھیں وہ آپ کو بتائیں اگر ہم وحی نہ کرتے تو آپ کو پتہ نہ چلتا کہ آپ ان کے قریب نہ تھے ۔ یوسف علیہ السلام کے واقعات آپ کو وحی جلی کے ذریعہ بتائے ، یہ پوری سورت ہے۔ کچھ واقعات وحی خفی کے ذریعہ بتائے جو آپ نے یوسف علیہ السلام کے بارہ میں مشہور احادیث و روایات بیان کیں ۔ حضور ﷺ نے یوسف علیہ السلام کے سارے واقعات و مسائل کا ذکر کر دیا کفار حیران رہ گئے، لاجواب ہوئے مگر ایمان نہ لائے کہ

ضدی تھے رب قدوس جل مجدہ نے فرمایا محبوب! آپ کس قدر ہی ان کے ایمان لانے کی خواہش کریں گے مگران کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی ،محبوب! آپ کونسی ان سے اُجرت مانگتے ہیں کہ آپ کوان کے ایمان سے فائدہ ہو آپ کو تبلیغ کا اجر اللہ سے مل جائے گا۔

آیہ مبارکہ میں یوسف علیہ السلام نے جس قدر اپنے پر قدرت کے انعامات کا ذکر کیا ہے یہ سراسر انعامات و اکرامات ہی ہیں آپ نے کسی موقعہ پر ان انعامات کی دعا نہیں کی، نہ مصر کے تاج وتخت کی دُعا کی ہے نہ والدین اور بھائیوں کے آکر سجدہ کرنے کی تمنا کی ہے نہ حکومت و ہیبت کی تمنا ہے۔ دعا کی ہے تو یہ ہے اے اللہ! مجھے مسلمان کی حالت میں فوت کرنا، نیکوں سے ملانا۔ اندازہ کریں کس قدر عظیم بڑی اہم اور کرم والی دُعا ہے اہل اللہ درویش بھی اللہ کے حضور ایسی ہی دعائیں کرتے ہیں ان دعاؤں میں حسین خاتمہ کی دعا صف اول میں دکھائی دے رہی ہے۔

قرآن مقدس نے فرمایا، محبوب! آپ وہاں نہ تھے جب یوسف کے بھائی ان کے متعلق منصوبہ بنا رہے تھے ہوسکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ آئے ٹھیک ہے آپ تو نہ تھے مگر یہ واقعہ کسی اور کتاب یا ذریعہ سے پڑھ سیکھ لیا ہو تو جواب واضح ہے حضور ﷺ کی صفات مقدسہ میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ آپ اُمی ہیں کسی سے کچھ نہیں پڑھا نہ کسی علمی ادارہ سے ربط ہوا نہ کسی کے سامنے تعلیم کیلئے گھٹنے جھکائے یہ غیبی خبریں تھیں جو بتا دی گئیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ يَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهَا وَهُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمۡ	اور کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں اور روگردانی کرنے والے ہوتے ہیں (۱۰۵) اور اُن میں اکثر وہ ہیں جو کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر شرک کرتے ہوئے (۱۰۶)

مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

صدق اللہ العظیم

کیا وہ بے خوف ہو گئے ہیں کہ انہیں اللہ کا عذاب گھیر لے یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور وہ انہیں خبر ہی نہ ہو (۱۰۷) آپ کہہ دیجئے یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور جو میرے قدموں پر چلیں، اللہ پاک ذات ہے اور میں مشرکین سے نہیں (۱۰۸)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کی ہٹ دھرمی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ دن رات ہزاروں آسمانی زمینی کمالات الٰہیہ کا نظارہ کرتے ہیں مگر ضدی ہیں، ہٹ دھرم ہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب کریم! اگر یہ لوگ آپکی نبوت کے قائل نہیں ہوتے آپ کے کمالات کو نظر انداز کرتے ہیں، جادو کہتے ہیں تو تعجب نہیں آپ تو اللہ تعالیٰ کی زبردست دلیل ہیں جس سے اِنکار کوئی عقلمند انسان نہیں کرسکتا ہے یہ بیوقوف ہیں جو منکر ہو رہے ہیں اگر کچھ لوگ ایمان لاتے بھی ہیں تو ساتھ ہی شرک کی ملاوٹ بھی کر دیتے ہیں، عیسائی خدا کو وحدہٗ لاشریک کہتے ہیں مگر عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا بیٹا مانتے ہیں۔ یہودی خدا کو وحدہٗ لاشریک کہتے ہیں مگر عزیر علیہ السلام کو اس کا بیٹا کہتے ہیں۔

اے محبوب کریم! کیا یہ لوگ اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کی طرح انہیں بھی آسمانی یا زمینی عذاب گھیرے یا اچانک یکدم ان پر قیامت آ جائے، اِس صورت میں ان کا ایمان لانا بے کار ہو جائے گا عذاب نازل ہو جانے کی انہیں خبر ہی نہ ہوانہیں بتایئے یہی میرا راستہ ہے تمہیں نیکی کی طرف بلاتا ہوں اللہ کی راہ دکھاتا ہوں، اللہ نے مجھے سراج منیر بنا کر بھیجا ہے میرے ہوتے کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں جیسے دن کے ہوتے کسی ستارے کی محتاج نہیں، میں آفتاب نبوت ہوں میری

اتباع شریعت کی پیروی کرنے والے صحابہ تابعین، تبع تابعین علماء، صلحاء کے پاس ہے جو قیامت تک رہے گی محبوب انہیں بتایئے اسلام ہی سیدھی راہ ہے، نجات کا راستہ یہی ہے۔

اے محبوب کریم! آپ بتا دیجئے اللہ ہی کو پاکیزگی ہے اسی کو رفعت وعظمت ہے وہ پاک ہے منزہ ہے اور میں مشرکین سے نہیں۔ محبوب! انہیں بتا دیں میری دعوت کسی معمولی سرسری نظر پر مبنی نہیں وہ پوری بصیرت، عقل وحکمت کا ثمر ہے اس دعوت میں حضور ﷺ نے اپنے متبعین کو بھی شامل فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِس سے مراد صحابہ کرام ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے صحابہ اس اُمت کے بہترین افراد ہیں جن کے قلوب پاک ہیں اور علم گہرا ہے، اللہ نے انہیں اپنے محبوب کی صحبت کیلئے منتخب فرمالیا ہے، انہیں کی عادات طیبات کو سیکھو، ''من اتبعنی'' کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دعوت ہر اُس شخص کیلئے ہے جو حضور ﷺ کی اتباع کا دعویٰ کرے اس پر لازم ہے کہ آپ کی دعوت کو عام کرے، پھیلائے۔

آیہ پاک کے آخر میں فرمایا میں مشرکین سے نہیں، میری تعلیم وتربیت، اخلاق وعادات میں شرک ذرہ بھر بھی نہیں، اسلام توحید ہی توحید ہے محبوب انہیں بتا دیجئے میں اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے رہنا میرا مشن ہے اس دعوت کے میرے پاس بے شمار دلائل ہیں، یہی دعوتِ حق ہے ''ھذہ سبیلی'' سے مراد سنتی ہے۔

آیہ کریمہ کے آغاز میں زمین وآسمان کے نشانات قدرت کو غور وفکر سے دیکھنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کسی چیز کا محض دیکھنا تو جانوروں کو بھی حاصل ہے، عقل وفکر سمجھ سے غور کرنا انسانی معرفت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا
نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ
یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ
وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۹ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَیْـَٔسَ
الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا
جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ
وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝۱۱۰

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سارے کے سارے مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سارے کے سارے شہر کے باسی تھے کیا یہ لوگ زمین پر چلے نہیں؟ تو دیکھئے ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا اور دارِ آخرت یقیناً بہتر ہے ان کیلئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں (۱۰۹) (اے سننے والو!) کیا تم نہیں سمجھتے جب نصیحت کرتے کرتے ان سے رسول مایوس ہو گئے اور وہ متکبرین گمان کرنے لگے اُن سے جھوٹ بولا گیا ہے اس وقت ان کے پاس ہماری مدد آ گئی، بچالیا گیا عذاب سے جسے ہم نے چاہا اور ہمارا عذاب مجرم قوم سے نہیں ٹالا جا سکتا (۱۱۰)

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں قرآن حکیم اور نبوت کے منکرین کا ذکر تھا، ان آیات میں پہلی اُمتوں کے عذاب کا ذکر ہے جنہوں نے رسولوں کو ٹھکرا دیا حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب! آپ سے پہلے جتنے رسول آئے وہ سارے کے سارے مرد ہی تھے کوئی خاتون نبوت سے نہیں نوازی گئی نہ ہی کوئی جن فرشتہ اس اعزاز کو پہنچا مردوں کا یہ اعزاز بتاتا ہے کہ مرد فرشتوں سے بہت بلند و بالا مقام رکھتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا عظیم برگزیدہ محبوب لشکر ہے جو انسانوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا دکھ برداشت کر کے صدمے اٹھا کر بھی لوگوں کی اصلاح کرتے رہے پھر انبیاء علیہم السلام گاؤں سے نہیں شہروں سے تعلق رکھتے ہیں، ایسا نہیں کہ دیہات کے ماحول میں رہے عقل و فکر کمزور ہو (معاذ اللہ) سخت مزاج ہوں مردوں کو کئی ایسی

خصوصیتوں سے نوازا گیا ہے جو جنوں، فرشتوں، عورتوں میں نہیں مرد کو ہی یہ شرف نصیب ہوا کہ تمام کے تمام فرشتے آدم علیہ السلام کے سامنے سر بسجود ہیں وحی الٰہی کا نزول مردوں پر ہی ہے۔فرشتوں کے پاس علم پڑھنے سیکھنے کا جوہر ہی نہیں، عورت ولایت کے مقام پر تو فائز ہو سکتی ہے مگر نبوت نہیں دی گئی۔جلیل القدر اولیاء کی گردنیں عورت کے حضور خم تو ہو سکتی ہیں مگر عورت نبی نہیں ہو سکتی۔

اُمہات المومنین ،سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم ایسی برگزیدہ خواتین ہیں ان کے حضور اولیاء کی گردنیں خم ہیں مگر نبوت نہیں ،فرشتے اور جن حیات انسانی پورا عملی مظاہرہ نہیں کر سکتے ۔ یہ عظیم ذمہ داری مردوں کو ہی سونپی گئی ہے مگر کفار نے عقل سے کام نہ لیا پہلی اُمتوں کے عذاب سے سبق نہ سیکھا اور آخرت برباد کر لی، انبیاء علیہم السلام نے قوموں کو چند مہینے یا ایک دو سال وعظ نہیں کیا بلکہ نوح علیہ السلام کا خطبہ اصلاح اور بہتری کا درس ساڑھے نو سو سال تک رہا مگر سوائے چند لوگوں کے کسی نے ایمان قبول نہ کیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام قوموں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور کفار نے یقین کر لیا کہ ان پر کسی قسم کا عذاب نہیں آئے گا اور انبیاء علیہم السلام تو عذاب کا ذکر کر کے جھوٹ بول رہے ہیں۔(معاذ اللہ)

اچانک ہماری فتح نصرت انبیاء علیہم السلام کے پاس آئی اور عذاب نے کفار کو گھیر لیا اور پھر مجرم قوم بچ نہ سکی اے مکہ والو! اگر تمہاری حالت بھی پہلے لوگوں کی طرح رہی تو عذاب آئے گا اور تم بچ نہ سکو گے چنانچہ کئی مواقع ہوئے عذاب آیا ٹل نہ سکا۔۳۱۳ نے ایک ہزار کا تہس نہس کر دیا۔

اس آیہ مبارکہ میں ایک اشکال پیش آتا ہے کہ انبیاء مایوس ہو گئے، مایوسی تو ایک جرم ہے جب ایمان داروں کو حکم ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی تو ایک جرم ہے جب ایمان داروں کو حکم ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں تو انبیاء کیسے ہو گئے؟ اس پر علماء نے تفصیلی بحث کی ہے جو تفاسیر میں ملتی ہے اس سلسلہ میں تفسیر مظہری کا مطالعہ اضافۂ علم کا باعث بنے گا۔علامہ آلوسی علیہ الرحمہ کی بات پر اکتفا کرتا ہوں فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی تعظیم اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ ظن کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف نہ کی جائے معنی یوں ہوگا

کفار نے یہ کہا کہ اُن سے غلط بیانی کی گئی تو اس صورت میں ہم کا مرجع کفار ہی ہوں گے اگر یہ معنی کیا جائے کہ کفار نے یہ گمان کیا کہ انبیاء سے نزول عذاب کا جو وعدہ کیا گیا ہے اس کی خلاف ورزی کی گئی تو اس وقت ہم کا مرجع اور ''کذبوا'' کا نائب فاعل انبیاء ہوں گے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾

صدق اللّٰہ العظیم

بے شک پہلی قوموں کے واقعات میں (درس) عبرت ہے عقلمندوں کیلئے، قرآن کریم ایسی بات نہیں جو یونہی گھڑ لی گئی ہو یہ پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور یہ قرآن کریم ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت ہے ایسی قوم کیلئے جو ایمان لاتے ہیں (۱۱۱)

تفسیر

سورۂ یوسف کی آخری آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ واقعہ یوسف علیہ السلام سے نصیحت اور فائدہ صرف ایمان والے ہی اُٹھاتے ہیں ان واقعات میں غور وفکر ہے، تحمل ہے بُردباری ہے۔ عبرت کا معنی یہ ہے کہ واقعات ومعاملات کو دیکھ سن کر نصیحت حاصل کرنا اور برے کاموں سے بچنا ہے اور اچھے کاموں میں دلچسپی لینا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے واقعات سے کئی طرح کی عبرت ملتی ہے پہلی بات یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا تو قدرت نے کس طرح حفاظت فرمائی۔ قید میں ڈالا گیا مگر قدرت نے کس طرح تخت شاہی تک پہنچایا۔ جن بھائیوں نے اچھا سلوک نہ کیا تھا وہی دربارِ یوسفی میں غلہ کی بھیک مانگنے آئے ہیں اور آپ نے اُن سے کس طرح اخلاص پیار کا مظاہرہ فرمایا، اس لحاظ سے بھی عبرت ہے کہ یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو مکہ کا کوئی فرد نہ جانتا تھا مگر ایک دُرِّ یتیم اُمی لقب نے کس طرح تفصیل سے بیان کیا

کہ اہل مکہ حیران ہوگئے کہ قریباً اڑھائی ہزار سال پرانا واقعہ کس طرح کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے اور یہ صورت معجزہ سے کم نہیں۔لوگو! عبرت حاصل کرو،قرآن مقدس نے اسے ''احسن القصص'' فرمایا۔

اس واقعہ سے یوں بھی عبرت ہے کہ اہل حق مشکلات ومصائب سے پریشان نہیں ہوتے ،رب پر توکل کرتے ہیں اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خدائے قدوس انکی مدد فرماتا ہے۔عقل والو!تم بھی غور وفکر کرو یہ واقعہ عقل والوں کیلئے عبرت ہے۔فرمایا گیا یہ باتیں بناوٹی نہیں،معاذ اللہ قرآن مقدس مصنوعی کلام نہیں یہود بھی ماننے پر مجبور ہیں کہ تورات میں اسی طرح ہے۔آپ سے بطور امتحان واقعہ یوسف پوچھا گیا آپ نے تفصیل سے واضح فرمادیا یہود نے اس واقعہ کو تسلیم کرلیا آپ کو باقی قرآن پاک ماننے میں کیا پریشانی ہے؟ فرمایا گیا یہ قرآن پاک ساری کائنات کیلئے ہدایت ہے اور ایمان لانے والوں کیلئے رحمت ہے۔

اس آیہ کریمہ میں اس واقعہ یوسف علیہ السلام کو عبرت فرمایا گیا جس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کا کلام ہے بہتان نہیں،حضور ﷺ نے کھول کر بیان فرمادیا یہ واقعہ تورات میں ہے،مگر تورات کا کوئی ماہر عالم پورے علاقہ میں نہیں کہ حضور ﷺ نے کسی سے سُنا ہو یا سیکھا ہو۔(معاذ اللہ) پھر واضح تفصیل بیان کر دینا بتاتا ہے کہ حضور ﷺ کو یہ سارا تفصیلی واقعہ بذریعہ وحی بتایا گیا یہ دلیل ہے کہ قرآن پاک بذریعہ وحی اُتارا گیا کلام ہے۔

شیخ ابو منصور فرماتے ہیں سورۂ یوسف سے حضور ﷺ کو تسلی واطمینان دلانا بھی مقصود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے یوسف کو عروج بخشا،نوازا وہ آپ کو بھی دشمن کے مقابلہ میں فضل وکرم سے نوازے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔یہ واقعہ یوسف علیہ السلام کوئی دکھ درد کی کہانی یا افسانہ نگاری نہیں (معاذ اللہ) تاریخی،جغرافیائی واقعہ نہیں بلکہ عبرت،تصدیق،تفصیل،ہدایت اور رحمت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورۃ الرعد

اس سورۃ میں ۴۳ آیات اور چھ رکوع ہیں۔اس کے مکی و مدنی ہونے میں علماء کی مختلف آراء ہیں، علامہ آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس کا نزول تو مکہ مکرمہ میں ہوا تا ہم اس میں کچھ آیات مدنی بھی ہیں۔ایک آیہ کریمہ میں لفظ ''الرعد'' مستعمل ہے اسی باعث اس کا نام ''الرعد'' ہوا۔ارشاد ہوتا ہے'' یسبّح الرعد بحمدہ '' سورتوں کے مختلف ناموں کے سلسلہ میں کئی وجوہ ہیں بعض نام کسی اہم مضمون کی وجہ سے ہیں بعض کسی قصے کی وجہ سے بعض نام کسی اہم شخصیت کی وجہ سے کوئی نام کسی خاص آیت کی وجہ سے، کوئی نام کسی مشہور لفظ کی وجہ سے، ان سورتوں کو انہیں الفاظ اور ناموں سے ہی لکھا پڑھا جائے گا ان ناموں میں الفاظ کا ترجمہ نہیں کیا جائے گا۔اس سورۂ پاک میں مختلف عنوانات و مضامین ملتے ہیں، اس میں اہم مضامین ہیں حیران کن تخلیقات کا ذکر ہے، تخلیق انسانی، ازلی تقدیر کا ذکر ہے، عقلمندوں اور بُروں کے نشانات کا ذکر ہے، انسان کیلئے عظیم دولت سکون قلبی کا ذکر ہے، گستاخان نبوت کی سزا کا ذکر ہے، وحی الٰہی کی اہمیت مرکزیت کا ذکر ہے اسلام اپنے ماننے والوں میں جو انقلاب پیدا کرتا ہے اس کا بھی ذکر ہے۔

سورۂ شریف کے آخر میں حضور ﷺ کے عظیم منصب نبوت کا ذکر ہے محبوب ہم نے تجھے صحیفہ ہدایت عطا کیا ہے تا کہ بھٹکتی دنیا کو راہِ راست پر لائے اور ہدایت پر گامزن کر دے، تیری رسالت و صداقت کا میں خود گواہ ہوں اور وہ لوگ بھی تیری صداقت عظمت نبوت کے گواہ ہیں جن کے دل نور ایمان سے جگمگاتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سُورَةُ الرَّعْدِ ۱۳ مَدَنِيَّةٌ ۹۶ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴۳ رُكُوْعَاتُهَا ۶

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ صدق اللہ العظیم

الف لام میم را، یہ کتاب کی آیات ہیں جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے (۱) (اللہ وہ ذات بابرکات ہے) جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے جیسے تم دیکھ رہے ہو، پھر وہ عرش پر استوا فرما ہوا (جیسے اس کی شان تھی) (اللہ تعالیٰ) ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے اپنی نشانیوں کو کھول کر بیان کرتا ہے شائد تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو (۲)

تفسیر

سورۂ یوسف میں قصہ یوسف علیہ السلام کے بیان سے حضور ﷺ کی دلجوئی اور تسلی تھی محبوب دیکھئے یوسف کو کس قدر پریشانیاں ہوئیں بالآخر ہم نے انہیں عزت فضل حکومت سے نوازا۔ اس سورۂ رعد میں بھی حضور ﷺ کی دلجوئی کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے **''ولقد استھزی برسل من قبلک''** آپ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام سے استہزاء مذاق کیا گیا۔

الف لام میم را، یہ حروف مقطعات کہلاتے ہیں ان کے معانی مطالب تلاش کرنے میں کوشش نہ کی جائے یہ اللہ اور رسول اللہ کے درمیان راز ہیں، بعض لوگوں نے کہا ہے ان کے معانی صرف اللہ ہی جانتا ہے، یہ قول اس لئے صحیح نہیں کہ یہ کتاب حضور ﷺ پر اُتاری گئی مکتوب وہی بہتر ہے کامیاب ہے جو جسے

بھیجا جائے تو وہ پڑھ سکے جان سکے اسے معلوم ہو جائے کہ خط میں ہے کیا، فرمایا گیا ''محبوب یہ کتاب کی آیات ہیں وہ جو تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اُتارا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے'' اے محبوب! یہ آیات نشانیاں ہیں کتاب الٰہی کی جو کچھ اور جتنا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اُتارا گیا ہے وہ حق ہی حق ہے باقی ہے رہے گا نسخ نہیں ہوگا، بدلے گا نہیں زبردست قانونِ الٰہی ہے اس میں تبدل وتغیر نہیں اس کے علاوہ تورات وانجیل زبور کے مضامین عبارت ہیں کس قدر تبدل وتغیر ہے۔ اس عنوان پر میں نے اپنی کتاب ''علم القرآن'' میں بہت سے واضح دلائل سے ثابت کیا ہے یہ کتابیں تحریف کا شکار ہو گئیں اس میں ایک کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود رب ذوالجلال نے لیا، ارشاد ہوتا ہے ''**انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون**'' ''بے شک ہم نے ہی ذکر (قرآن) اُتارا ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' مساجد، مدارس، حفاظ، قرا علماء یہ سبھی اس کتاب کے محافظ ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں ہر قسم کا انکار کرنے والوں کا ردّ ہے قرآن کریم کا ایک ایک حرف حضور ﷺ کی نشانی ہے، سورج اور چاند کے رواں دواں ہونے کا ذکر فرما کر بتایا جا رہا ہے اگر کوئی چاند سورج کو نہیں مانتا تو ان کے وجود سے انکار تو نہیں کیا جا سکتا اگر وہ نابینا ہے دیکھ نہیں سکتا تو سورج، چاند پھر بھی موجود ہیں اپنا کام کر رہے ہیں اگر کوئی آیات قرآن کو نہ مانے تو بھی قرآن پاک حق ہے سچ ہے موجود ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی حضور ﷺ کا انکار کرتا ہے تو حضور ﷺ تو آفتاب نبوت ہیں ہی اس کے نہ ماننے سے کیا فرق پڑ سکتا ہے کفار وحی الٰہی کی شان کو نہیں مانتے تو نہ مانیں اس کی قدرت کاملہ کا تو یہ عالم ہے اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے قائم کر رکھا ہے تم دیکھتے بھی ہو کوئی ستون دکھائی نہیں دیتا۔ تم سیاح ہو کائنات میں ہر شئی کو دیکھنے کیلئے آلات پیدا ہیں مگر تم نے کبھی کسی ملک و علاقہ، آبادی، صحرا میں آسمانوں کے ستون دیکھے ہیں ہر گز نہیں۔

پھر اُس نے اس تخلیق کے بعد عرش پر جلوہ فرمایا جیسے اس کی شان کے لائق تھا یہ اس کی قدرت کاملہ ہے کہ سورج اور چاند اپنے اپنے اوقات میں اپنے مقامات پر سفر کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے

آیات بیان کر دی ہیں تا کہ تمہیں اپنے رب کی ملاقات کا یقین ہو جائے کہ تم نے اس کے حضور حاضر ہونا ہے اور اپنے قول، فعل، عمل کا جواب دینا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا وہ اپنی آیات کو تفصیل سے بیان کرتا ہے، تفصیل سے بیان کرنے کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ حدیث نبوی سے تفصیل ہوتی ہے وہ حدیث جلی ہو یا خفی، قرآن مقدس کی تفصیل و تفسیر ہے۔آیات سے مراد آیاتِ قدرت بھی ہوسکتی ہیں جو آسمان و زمین اور خود انسان کے اندر ہیں جو بڑی تفصیل کے ساتھ ہر وقت ہر جگہ نظروں کے سامنے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾

صدق اللہ العظیم

اور وہ وہی ہے جس نے پھیلا دیا زمین کو اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائے اور ہر قسم کے پھل میں دو دو جوڑے بنا دیئے وہ ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو بیشک ان تمام چیزوں میں نشانیاں اس قوم کیلئے جو غور کرتی ہے (۳) اور زمین میں مختلف قسم کے ٹکڑے ہیں جو قریب قریب ہیں اور باغات ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں کچھ ایک تنے سے پھوٹی ہیں اور کچھ الگ الگ تنوں سے ہوں گے اور سیراب کیا جاتا ہے ایک ہی پانی سے (اس کے باوجود) ہم بعض درختوں کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں ذائقے میں، بیشک یہ اُلوہیت کی عظمت کی نشانیاں ہیں ایسی قوم کیلئے جو عقل رکھتی ہے (۴)

تفسیر

پہلی آیات میں نشانات قدرت میں آسمان، چاند، سورج، عرش کا ذکر ہوا جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے ان آیات میں قدرت کے ایسے عظیم اہم نشانات کا ذکر ہے جو ہر ایک کی عقل وفکر میں آتے ہیں اور سما جاتے ہیں جس کے باعث بندہ اپنے رب کے قریب ہو جاتا ہے، فرمایا گیا وہی اللہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا زمین کی یہ گولائی سورج کی رفتار سے ثابت ہوتی ہے سورج کے مختلف ملکوں میں مختلف اوقات ہیں، اُبھرنا اس کی گولائی کی دلیل ہے سائنسدانوں نے آج زمین کی گولائی کا ذکر کیا ہے جبکہ مسلمان فلاسفر نے عرصہ پہلے یہ معلومات حاصل کر لی تھیں۔

امام رازی نے بہت پہلے یہ راز معلوم کر لیا تھا کہ زمین گول ہے اور اُسی رب ذوالجلال نے زمین میں پہاڑوں کو کھڑا کر دیا کہ زمین پانی پر نہ تیرے نہ چلے نہ حرکت کرے اگر ایسا ہوتا تو جانوروں کا زمین پر رہنا محال ہو جاتا اگر کبھی کسی جگہ زلزلہ آتا ہے تو تباہی مچ جاتی ہے اگر ہر وقت زمین کا یہی عالم ہوتا تو زندگیاں کیسے گزرتیں؟۔ صاحب روح البیان فرماتے ہیں روئے زمین پر چھوٹے بڑے پہاڑ چھ ہزار سے زائد ہیں ان میں بڑے پہاڑ ۱۷۸ ہیں، ان بڑے پہاڑوں کے ذریعہ برف پگھلتی ہے اور نہروں کی شکل میں پانی جاری کیا، زمینوں میں مختلف تاثیریں پیدا کیں تمام قسم کی نباتات میں بھی مرد وزن کی طرح نر مادہ پیدا کئے، پھلوں میں مختلف ذائقے پیدا کر دیئے، حالانکہ پانی سبھی کو ایک ہی طرح کا ملتا ہے یہ قدرت کا کرشمہ ہے بیج نیچے سے جڑ بناتا ہے اوپر سے شاخیں پیدا ہو جاتی ہیں ایسے ہی اس کی قدرت کے کرشمے موسم وقت اور زمانے کے تبدل وتغیر سے ظاہر ہیں۔

وقت کو رات اور دن کے دو حصوں میں تقسیم فرما دیا، رات دن کو چھپا لیتی ہے اور دن رات کو ڈھانپ لیتا ہے نشاناتِ قدرت میں یہ چیزیں کس قدر حیران کن ہیں۔ اس سے پہلی آیات میں آسمانی نشانات قدرت کا ذکر ہے، آسمانوں کا وجود ستونوں کے بغیر، سورج چاند کا سفر کرنا ان کا مسخر ہونا زمین کے اندر

نشانات قدرت کا ذکران آیات میں فرمایا گیا ہے۔زمین کا پھیلاؤ، پہاڑوں کا وجود،نہریں، چشمے انگوریاں پھل، رات دن کا سلسلہ قائم رہنا زمین وآسمان کے اندرقدرت کے نشانات عرصہ سے مسلسل چل رہے ہیں اور قیامت تک اسی طرح چلتے رہیں گے یہ سارے نشانات قدرت عقلمندوں کیلئے ہیں۔سورج نباتات کے اندر پختگی بھرتا ہے جبکہ چاند رَس پیدا کرتا ہے یہ کیسا نظام قدرت ہے زمین رنگ شکل میں ایک جیسی ہے مگر تاثیر نرمی سختی میں مختلف ہے، انسانو! یہ سارا نظام قدرت تمہاری زندگی کی ضرورت بھلائی بہتری کیلئے ہے، کھجوروں کے باغ انگوروں کی بیلیں، غذاؤں کے کھیت یہ سبھی کچھ تمہارے لئے ہے، باغات ہیں پانی ایک ہی ہے پھلوں میں ذائقے مختلف ہیں زمین ایک ہی ہے تاثیر مختلف۔بعض پھلوں کو بعض پر فضیلت ہے یہ سب کچھ ایسی قوم کیلئے ہے جو عقل رکھتی ہے۔

یہ سارے واقعات وحالات معاملات سے واضح ہوتا ہے کہ اس کائنات کا خالق ہے مالک ہے یہ کوئی حادثاتی شئی نہیں جو خود بخود ہی وجود میں آ گئی جیسے بعض جاہلوں کا خیال ہے کائنات کا وجود خود بخود ہی بنتا ہے ،سنورتا ہے بگڑتا ہے پیدائش وموت بھی ایسے ہی حادثاتی معاملات ہیں ان نشانات قدرت کا وجود بتاتا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک ہے جو نظام کو چلاتا ہے وہ قادر مطلق حکیم اور ہمہ دان خدا ہی مالک ہے جس کا کوئی شریک نہیں اگر اہل علم وعقل ان آیات سے درس لیں تو اپنی زندگی کے مقصد کو پا سکتے ہیں اور روحانیت کے عروج تک جاسکتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ ؕ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓـئِكَ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓـئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ‌ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۵﴾ وَيَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ وَقَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمُ الۡمَثُلٰتُ‌ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوۡ مَغۡفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلۡمِهِمۡ‌ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۶﴾

صدق اللہ العظیم

(اے سننے والے) اگر تو کفار کے تعجب پر حیران ہوتا ہے تو حیرت انگیز ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں پھر نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا، یہی منکرین وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پرورد گار کا اِنکار کیا اور انہیں کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (۵) اور یہ جلدی سے مطالبہ کرتے ہیں عذاب کا پہلے بخشش کے (انہیں یاد نہیں) کہ پہلے عذاب کیلئے کئی واقعات گزر چکے ہیں (اے محبوب!) آپ کا رب لوگوں کو بخشنے والا بھی ہے باوجود اس کے کہ انہوں نے ظلم کئے اور بے شک آپ کا رب سخت عذاب دینے والا بھی ہے (٦)

تفسیر

پہلی آیہ مقدسہ میں ذکر تھا، کفار نشاناتِ قدرت کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں پھر انکار بھی کرتے ہیں ان نشانات کا تعلق آسمان میں، سورج چاند سے تھا اور یہ بڑا تعصب تھا اب فرمایا جا رہا ہے، ان کا ایک تعصب اور بھی ہے جو حیران کن ہے یہ کہتے ہیں کیا جب ہم مٹی میں جائیں گے تو پھر از سرِ نو پیدا ہوں گے۔

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے یا عام مسلمانوں سے اگر تم دلائل قدرت پر کفار کے انکار سے تعجب کرتے ہو تو ایک اور بڑے تعجب کی بات کرتے ہیں، کیا وہ مرنے کے بعد جی اُٹھیں گے؟ کہتے ہیں ایسا

نہیں ہوسکتا یہ مٹی میں مل جانے کے بعد حیات کیسے ہوگی؟ یہ حیران ہیں کہ دوبارہ زندگی نہیں ہوسکتی حالانکہ جس خدا نے پہلے بنایا جبکہ تمہارا وجود ہی نہ تھا تو اب بھی دوبارہ بنانے پر قادر ہے ان کا یہ انکار کرنا دراصل اللہ کا ہی انکار ہے کہ وہ اللہ کی قدرت طاقت کا انکار کر رہے ہیں، ان کے اسی عمل کی سزا قیامت کو ملے گی ان کے گردنوں میں عذاب کے طوق ہوں گے اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے دوبارہ جی اُٹھنے پر ان کا انکار حیران کن ہے، حالانکہ کسی چیز کو پہلی مرتبہ بنانا مشکل ہوتا ہے جس نے تمہیں پہلے نیست سے ہست کیا اب اس کیلئے کیا مشکل ہوگی۔

اے محبوب کریم! کفار کی اندھی سوچ، لنگڑی فکر کا یہ عالم ہے چاہئے تھا کہ عذاب سے ڈرانے کا اثر لیتے اور مغفرت چاہتے معافی مانگتے مگر اُلٹا اثر لے رہے ہیں بجائے رحمت مغفرت مانگنے کے عذاب چاہتے ہیں کہ عذاب جلدی آئے، کہتے ہیں اگر اسلام سچا ہے تو ہم پر پتھر برسا، تباہی و بربادی کی دعائیں کرنا کہاں کی عقلمندی ہے اگر عذاب آ گیا تو تمہیں کیا فائدہ ہوگا برباد ہو جاؤ گے، اسلام کی حقانیت کیلئے عذاب کو دلیل نہ بناؤ اور بے شمار دلائل ہیں۔ اے کفار! تم پہلے کفار کے حالات پڑھو، سنو ان پر عذاب آیا اور برباد ہو گئے بے شمار مثالیں گزر گئیں انہیں واقعات کو دلیل بنا لو کہ انبیاء کی دشمنی تباہی کا باعث بنتی ہے ان سے عبرت حاصل کرو۔ اے پیارے محبوب! یہ لوگ نادان ہیں آپ کا رب ظالموں سے درگزر فرمانے والا ہے انہیں ڈھیل دیتا ہے، سوچ و فکر کا موقع دیتا ہے اگر یہ دنیا کی زندگی کا وقت ختم ہو گیا تو پھر سزا دینے والا بھی ہے اس سے ڈرو، توبہ کرو عذاب سے بچو۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر سبقت لے چکی ہے وہ غفور ہے رحیم ستار ہے اس کی نافرمانی سے بچو وہ قہار بھی ہے اس کی حکمت کاملہ کا تقاضا ہے کہ نیک شخص کو اس کے اعمال صالحہ کا صلہ دیا جائے اور بدکردار ظالم کو اس کے کئے کی سزا ملے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ ۖ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَىٰ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ﴿٨﴾ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾

صدق اللہ العظیم

کافر کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اُتاری گئی (اے محبوب) آپ تو ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلئے ہادی ہیں (۷) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مادہ کے پیٹ میں کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو رِحم کم کرتے ہیں یا زیادہ اور ہر شئی اُس کے نزدیک اندازہ سے ہے (۸) وہ ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے اور بڑے بلند مرتبے والا ہے (۹)

تفسیر

پہلی آیات مقدسہ میں نشانات قدرت کے طور پر زمین کی مختلف اشیاء کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں انسان وحیوانات کی تخلیق کا ذکر ہے، جو زمین کی پیداواری اشیاء سے کہیں زیادہ نشانات قدرت ہیں یہی کافر جو عذاب کا مطالبہ کرر ہے تھے اب ایک اور مطالبہ لا رہے ہیں کہ اس پر پہلے انبیاء کی طرح کوئی نشانی نہیں اُتری۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے اندھوں کو شفا دیتے تھے، موسیٰ علیہ السلام کے پاس عصا تھا جو بڑے بڑے حیران کن کام دکھاتا تھا موسیٰ علیہ السلام پتھر پر مارتے تھے تو چشمے جاری ہو جاتے، آپ کے پاس ید بیضاء کا عظیم الشان معجزہ تھا، ہاتھ بغل سے باہر نکالتے تو دُور دُور تک عظیم روشنی ہو جاتی تھی اس کے پاس کوئی ایسی شئی نہیں۔

اے محبوب! انہیں پہلے انبیاء کے معجزات تو یاد ہیں مگر ان کے منکرین کا عذاب یاد نہیں یہ لوگ غور نہیں کرتے۔ حضور ﷺ کے معجزات بے شمار ہیں آپ کا وجود مسعود خود ایک بڑا معجزہ ہے، قرآن مقدس کا نزول ایک عظیم معجزہ ہے، ان آیات مقدسہ میں کفار کے انکارِ نبوت کی تین صورتیں بیان ہوئیں، یوم

قیامت کا انکار کر کے نبوت کا انکار تھا عذاب کا انکار بھی نبوت کا انکار تھا، معجزے کا انکار بھی نبوت کا انکار ہے معجزات کے سلسلہ میں یہ بات کافی ہے تمام انبیاء علیہم السلام کو چند معجزات ملے مگر حضور ﷺ کے معجزات کہیں زیادہ ہیں۔

معجزہ وہ عمل ہے جو عقل کو عاجز کر دے، معجزہ عقل میں نہیں آتا ایمان میں آتا ہے جس کام کا جواب نہ ہو وہ معجزہ ہے، حضور ﷺ کی زندگی کا ہر عمل ایک معجزہ ہے کفار کے تعصب کا تو یہ عالم ہے کہ محبوب کریم کے لاتعداد معجزات کو دیکھا ہے مگر مانتے نہیں، چاند کے شق ہونے کو دیکھا مگر مانا نہیں، پتھروں نے کلمہ پڑھا انہوں نے سنا مگر مانا نہیں، دودھ ایک پیالہ سے ستر سے زائد آدمی سیراب ہوئے مگر انہوں نے مانا نہیں، درخت زمین کو چیرتے ہوئے سلام کیلئے آئے مگر یہ مانے نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے زمین و آسمان کے نشانات قدرت کے بعد اپنی قدرت کاملہ کے اور نشانات کا ذکر کیا ہے اور انسانی عقل و دانش کو کمزور فرمایا۔

اللہ ہی جانتا ہے عورت کے رِحم میں کیا ہے کیسا ہے اس حمل کی آئندہ زندگی کیسی ہوگی اعمال کیسے ہوں گے، کہاں رہے گا کہاں مرے گا عادات کیسی ہوں گی، عالم ہوگا یا جاہل، گنہگار ہوگا یا نیک، قد کیسا ہوگا شکل کیسی ہوگی لوگوں میں اس کی زندگی کیسے گزرے گی اللہ ہی نطفے کو رِحم میں پالتا ہے اللہ ہی اُسے جانتا ہے جس سے رِحم سکڑ کر ہلکے ہو جاتے ہیں، نطفہ ٹھہرتا ہی نہیں، رِحم انسانی ہوں یا حیوانی ان کی ساخت بناوٹ بڑھاؤ گھٹاؤ اللہ ہی جانتا ہے اُسی اللہ کے پاس ہی ہر شئی کا اندازہ ہے قدر ہے اور وہی غیب کو جانتا ہے حاضر کو جانتا ہے وہی بڑا ہے بلندیوں والا ہے۔ یہ بھی معنی کیا گیا ہے اللہ ہی رحم کی کمی یا زیادتی کو جانتا ہے بچہ ایک ہوگا یا کئی۔ یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ بچے کے زمانہ پیدائش کی کمی یا زیادتی وہی اللہ جانتا ہے، یہ بچہ سات ماہ کا ہوگا یا نو ماہ کا ہوگا یا نو ماہ سے بھی زیادہ وقت لے گا۔ ان ساری باتوں کا یقینی علم اللہ ہی کو ہے اللہ ہی کے پاس ہر شئی کا اندازہ مقرر ہے اس وسیع علم کی مثال اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی دلیل ہے۔

آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی عظیم صفت علم غیب کا ذکر ہے اس کا معنی یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ یہ صفت کسی کو

دے بھی نہیں سکتا، مُردہ کو زندگی دینے کی صفت عیسیٰ علیہ السلام کو دی جا سکتی ہے تو یہ صفت بھی کسی کو دی جا سکتی ہے، وہ مالک ہے جسے چاہے جو چاہے جتنا چاہے عطا فرما دے۔ آیہ کے آخر میں اللہ کی صفت کبیر اور صفت مُتعال کا ذکر ہے، جو سب سے بڑا ہے وہ کبیر ہے جو اپنی قدرت کے باعث سب پر غالب ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝١٠ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝١١ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝١٢

صدق اللہ العظیم

تم میں سب برابر ہیں وہ بھی جو آہستہ بات کرتا ہے اور جو بلند آواز سے بات کرتا ہے اور وہ بھی جو رات کو چھپا رہتا ہے اور وہ جو دن کو چلتا پھرتا ہے (۱۰) اس (انسان) کیلئے یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے ہیں اس کے آگے بھی پیچھے بھی اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں، بے شک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ لوگ اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ فرمالے تو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ ہی ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی مددگار ہوتا ہے (۱۱) وہی ہے جو تمہیں دکھاتا ہے بجلی کبھی ڈرانے کیلئے اور کبھی اُمید دلانے کیلئے اور اُٹھاتا ہے بھاری بادلوں کو ہوا کے دوش پر (۱۲)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب کا ذکر ہے کہ رِحم کے اندر کے معاملات کو جانتا ہے حمل کی ساری صورتحال اس کے پیش نظر ہے اس آیہ مبارکہ میں اسی کی تائید میں دوسری صورت فرمائی گئی کہ کوئی آہستہ بات کرے یا اونچی آواز سے وہ جانتا ہے کوئی رات کے اندھیرے میں رہے یا دن کی روشنی میں کوئی عمل کرے اس سے کسی طرح کا کوئی کام مخفی نہیں وہ علیم ہے، وہ خبیر ہے اچھائی برائی سبھی اس پر عیاں ہیں اس کے علم محیط کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ اس نے ہر بندے کیلئے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو آتے جاتے رہتے ہیں، ان میں کچھ فجر کی نماز میں آتے ہیں اور رات والے چلے جاتے ہیں کچھ عصر کی نماز پر اُترتے ہیں اور دن والے چلے جاتے ہیں۔ آسمان پر جانے والے فرشتوں سے رب پوچھتا ہے تم نے میرے بندے کو کس حالت میں چھوڑا ہے وہ عرض کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہوئے، یہ فرشتے بندے کی حفاظت کرتے ہیں یا اُسے عذاب الٰہی سے بچانے کیلئے گناہوں سے بچاتے اور توبہ واستغفار اور بخشش چاہتے ہیں

حدیث شریف میں آتا ہے انسان کے ساتھ کچھ فرشتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں کہیں گر نہ جائے یا کوئی جانور اسے ہلاک نہ کردے، البتہ جب قدرت کی طرف سے مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو محافظ فرشتے وہاں سے ہٹ جاتے ہیں، اس حدیث شریف کو ابو داؤد نے حضرت علی المرتضٰی کے ذریعہ سے روایت کیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی)

ابن جریر کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ یہ فرشتے گناہوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں موت کے بعد بھی اس بندے کی قبر کی حفاظت کرتے ہیں یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو محفوظ فرماتا ہے ورنہ انسان کے دشمن ہزاروں درندے، حشرات الارض اس کا جینا محال کردیں اگرچہ حفاظت کیلئے تو ایک فرشتہ ہی کافی ہے مگر فرشتوں کا ذکر اس کی عظمت کو واضح کرتا ہے کراما کاتبین ہر وقت ساتھ رہتے ہیں یہ حفاظت اللہ کا کرم ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ انسان سے یہ حفاظت ہٹا لے تو

جنات انسانی زندگی کو مصیبت بنادیں یہ بھی یادرہے کہ یہ ساری حفاظتیں اسی وقت تک کام دیتی ہیں جب تک قدرت اس کی حفاظت کی اجازت دیتی ہے جب کوئی قوم خدا کی ناشکری پر اُتر آتی ہے اور سرکشی اپنا وطیرہ بنالیتی ہے اوراس کی اطاعت سے منہ موڑلیتی ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا حفاظتی پہرہ اُٹھالیتا ہے۔

''ان اللہ لا یغیر ما بقوم''میں بھی یہی عنوان فرمایا گیا ہے کہ کسی قوم میں اچھا انقلاب اس وقت تک نہیں آتا جب تک وہ اپنے اندر اچھے انقلاب کیلئے حالات کو درست نہ کرے جو شخص اپنے حالات کی اصلاح کا ارادہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس کی امداد کا وعدہ نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے راستے اسی وقت کھلتے ہیں جب بندہ ہدایت کی طلب میں نکلتا ہے۔ جب وہ کسی کو برباد کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اُسے کوئی بچانے والا نہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں اپنی قدرت کا ایک منظر فرمایا کہ بجلی سے خطرہ بھی ہے جب گرتی ہے تو تباہ کر دیتی ہے اور اس سے اُمید بھی ہے کہ اس کی چمک سے بارش کی اُمید لگتی ہے بارش انسانوں، حیوانوں کی زندگی کا سہارا ہے وہی خدا ہے جو بڑے بڑے بھاری بادلوں کو کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَىْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ

اور رعد اس کی پاکیزگی بیان کرتا ہے حمد کے ساتھ اور فرشتے بھی اس کے خوف سے (تسبیح بیان کرتے ہیں) اور اللہ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گراتا ہے اس حال میں کہ لوگ اللہ کے بارہ میں جھگڑرہے ہوتے ہیں اور اس کی پکڑ بڑی سخت ہے (۱۳) اسی کو پکارنا حق

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾
وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾

صدق اللہ العظیم

ہے (سچ ہے) اور وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ انہیں کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے مگر اس شخص کی طرح جس نے اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلایا ہے کہ اس کے منہ تک پانی پہنچ جائے مگر وہ پہنچ نہیں سکتا اور کفار کی دعا صرف بھٹکتی پھرتی ہے (۱۴) آسمانوں اور زمین بعض مجبوری سے اور ان کے سائے بھی سجدہ ریز ہیں صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی (۱۵)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں ارشاد تھا اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنے اندر تبدیلی پیدا نہیں کر لیتی اگر وہ قوم اپنے اندر اچھی عادت پیدا کر لیتی ہے تو خدا اُسے عزت کا عروج بخشتا ہے اگر وہ قوم اپنے اندر گناہوں برائیوں کو جنم دے لیتی ہے تو اُسے رُسوائی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اس آیہ پاک میں ارشاد ہے جب کسی گستاخ قوم پر قدرت کی گرفت آ جائے تو اس گرفت سے قوم کو اس کے باطل معبود بت بھی نہ بچا سکیں گے نہ ان کی دعائیں کام آئیں گی۔

ان آیات مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مکہ مکرمہ کے ایک سردار کی طرف صحابہ کو بھیجا کہ اُسے ہدایت کریں حق کی دعوت دیں تو اس سردار نے صحابہ سے مذاق کیا کہ یہ بتاؤ تمہارے نبی کا خدا کاہے کا ہے کس جنس سے بنا ہے؟ وہ لوہے کا ہے یا پیتل کا؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین واپس آ گئے، صحابہ پھر گئے پھر بھی اس نے ایسی ہی گستاخیاں کیں، آخر کار اس پر بجلی گری اور وہ

ہلاک ہو گیا۔اس سلسلہ میں ایک دوسری روایت اس طرح ملتی ہے ایک کافر عامر بن طفیل نے دوسرے ایک کافر سے مشورہ کیا کہ حضور (ﷺ) کو شہید کر دیا جائے جب اس مشورہ پر عمل کرنے کیلئے حضور کے قریب آئے عامر پر بجلی گری اور وہ مر گیا، دوسرا بھاگا اور گھوڑے سے گر کر مرا۔رب قدوس جل مجدہٗ اپنی قدرت کا اظہار اس طرح فرماتا ہے،اے انسانو! صرف تم ہی میرا ذکر نہیں کرتے میں نے دنیا کی دوسری چیزوں کو بھی شعور بخشا ہے وہ تسبیح کرتی ہیں میرا ذکر کرتی ہیں، بادلوں کا فرشتہ ''رعد'' تسبیح بیان کرتا ہے اس کی ہیبت سے بادل چلتے ہیں ہوائیں رخ بدلتی ہیں۔رب کی جب رعد تسبیح کرتا ہے تو فرشتے بھی پڑھتے ہیں جس شئ پر چاہے بجلی گراتا ہے''برق'' چمکنے والی بجلی ''صاعقہ'' گرنے والی بجلی اور ''رعد'' کڑکنے والی آواز اور یہ لوگ اللہ کے بارہ میں جھگڑتے ہیں اور وہ سخت گرفت والا ہے۔اسی کو پکارنا حق ہے اس کے علاوہ بتوں سے استفادہ بے معنی، بے فائدہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، وہ تو اُنہیں جواب ہی نہیں دیتے۔

ان لوگوں کی جہالت، سرکشی اور حماقت کی ایک مثال دے کر فرمایا گیا ان کا بتوں سے مانگنا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا کنوئیں پر بیٹھ کر پانی کی طرف ہاتھ بڑھائے کہ پانی اوپر آ جائے اس کی یہ حماقت ہے پانی بے شعور ہے وہ کیسے اوپر آئے گا اور یہ کیسے پی کر پیاس بجھائے گا یہ پوری کوشش کر رہا ہے کہ پانی اوپر آ جائے منہ میں چلا جائے، پانی نہ تو اس کی پیاس کو محسوس کرتا ہے نہ آواز کو سنتا ہے۔یہی حال مشرکین کا ہے کہ بتوں سے حاجتیں طلب کرتے ہیں، اُن سے دُعائیں مانگتے ہیں جیسے پانی مانگنے والے کی درخواستیں بے کار ہیں ایسے ہی بتوں کے سامنے ان کی دُعائیں بے کار ہیں جیسے پانی پیاسے کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اس کی پیاس کو دفع نہیں کر سکتا ایسے ہی بتوں کا معاملہ ہے اپنے بلانے والوں کو نہ نفع پہنچا سکیں، نہ مدد کر سکیں ۔کفار و مشرکین کی ساری کوششیں بے کار بھٹکتی پھر رہی ہیں حقیقی خالق و مالک تو اللہ ہی ہے جس کیلئے آسمانوں زمین کی ہر شئی سجدہ ریز ہے بعض خوشی سے سجدہ کرتی ہیں بعض مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح و شام سجدہ ریز ہوتے ہیں۔فرشتوں کی تسبیح کرنے میں ان یہود کے نظریہ کا بطلان ہے جو کہتے ہیں یہ فرشتے

اللہ کی بیٹیاں ہیں تسبیح وتہلیل کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے وہ اللہ کی مخلوق ہیں اسی کو معبود مانتے ہیں وہی ان کا خالق و مالک ہے جس کی تسبیح کرتے ہیں، آسمان وزمین کی ہر شئ کے سجدہ کرنے کا معنی یہ ہوگا کہ ہر شئ اپنے رب کی اطاعت گزار ہے اور تابع فرمان ہے۔

وصلی الله تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

صدق اللہ العظیم

(ان سے پوچھیئے) آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے (خود ہی) فرمایئے "اللہ" اُن سے کہئے کیا تم نے اللہ کے علاوہ ایسے ایسے حمایتی بنا لئے ہیں جو اپنے لئے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے (اِن سے) پوچھئے کیا اندھا اور بینا برابر ہوتے ہیں یا کیا اندھیرا اور نور یکساں ہیں کیا انہوں نے اللہ کیلئے کوئی شریک بنائے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ان پر تخلیق مشتبہ ہو گئی (محبوب) آپ فرما دیجئے اللہ ہر شی کا خالق ہے اور وہ ایک ہے اور سب پر غالب ہے (۱۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بتوں کی بے بسی کا ذکر تھا اس آیہ کریمہ میں مشرکین سے فرمایا جا رہا ہے کہ تم پتھروں کو معبود سمجھتے ہو جو اپنے نفع ونقصان کے بھی مالک نہیں (محبوب) انہیں کہئے (بتاؤ) آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ آپ خود ہی کہہ دیجئے "اللہ"۔ کہ یہ تو بولیں گے نہیں یا اس لئے کہ اس حقیقت سے اچھی طرح واقف نہیں کہ ساری کائنات کا مالک اللہ ہی ہے یا اس لئے خاموش رہیں گے کہ گمراہی کے

گڑھے میں ڈوب چکے ہیں حق کہنے کی ہمت ہی نہیں یا اس لئے نہیں جواب دیں گے کہ صحیح جواب دینے سے ان کے وہم وگمان اور باطل تخیلات کا قلعہ برباد ہوتا ہے اگر جواب میں اپنے باطل معبودوں کا ذکر کرتے ہیں تو جواب دینا پڑے گا کہ وہ تو تمہارے ہی بنائے ہوئے ہیں خدا کیسے ہو گئے؟ ان کی رُسوائی ہو گی، محبوب! انہیں فرمایئے تم نے جو بُت بنا رکھے ہیں یہ تو اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں دوسروں کے کیسے ہو سکتے ہیں محبوب! (ﷺ) انہیں عقل وفکر کی طرف متوجہ کریں اور پوچھیں کیا اندھا اور بینا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں اور یقیناً نہیں تو خدا جو ساری کائنات کا علیم ہے ذرے ذرے کو جانتا ہے وہ خالق ہے وہ مالک ہے وہ اور بت جو سراسر پتھر، لوہا، تانبا سے تم نے خود بنائے وہ خدا کیسے ہو گئے۔ (معاذ اللہ) انہیں فرمایئے تم انسان ہو عقل سمجھ سوچ فکر سے کام لو کیا اندھیرا اور نور برابر ہو سکتے ہیں؟ نہیں اور یقیناً نہیں تو بت خدا کیسے مانتے ہو۔ محبوب! (ﷺ) کیا یہ کفار ومشرکین یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ انہوں نے جو اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں اُن بتوں نے بھی کوئی چیزیں بنائی ہیں جو اللہ کی پیدا کردہ مخلوق میں شامل ہوں اور پھر ان کے بتوں کی بنائی چیزیں خدا کی بنائی چیزوں کے مشابہہ ہوں، جس کے سبب وہ کسی شبہہ میں پڑ گئے ہوں۔ محبوب! (ﷺ) ان مشرکین کے یہ سارے خیالات باطل ہیں کوئی حقیقت نہیں اللہ ہی خالق و مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ایک ہے اور سب پر غالب ہے تخلیق کائنات میں اس کے بغیر کسی اور کو دخل نہیں کائنات میں کوئی شی اس کے مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾

صدق الله العظیم

اس نے آسمانوں سے پانی اُتارا اور وادیاں اپنے اپنے انداز میں بہنے لگیں اور سیلاب نے جھاگ کو اُٹھالیا اور جن چیزوں کو آگ کے اندر گرم کرتے ہیں زیور بنانے کیلئے یا کوئی اور شی اس میں بھی ویسا ہی جھاگ اُٹھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثالیں بیان فرماتا ہے بہر حال بے کار جھاگ تو ضائع ہو جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کیلئے نفع بخش ہے وہ زمین میں باقی رہے گی ایسے ہی اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے (۱۷)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا رب ہے اس آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کہ اس کی ربوبیت کی نشانی یہ ہے کہ آسمانوں سے پانی اُتارتا ہے جس سے زمین کی حیات ہوتی ہے کھیتیاں سبزیاں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ آیہ مبارکہ میں ایک مثال سے سمجھایا جا رہا ہے کہ حق و باطل کا فرق کتنا ہے، واضح کیا جا رہا ہے کہ حق کو ہمیشگی ہے پختگی ہے باطل کو کمزوری ہے زوال ہے۔

بارش کی مثال سے سمجھایا جا رہا ہے جب موسلا دھار بارش ہوتی ہے، ندیوں نالوں میں ان کی وُسعت لمبائی گہرائی، چوڑائی کے مطابق پانی بہتا ہے بڑی نالیوں میں پانی زیادہ ہے چھوٹیوں میں تھوڑا ہے جب پانی تیزی سے بہتا ہے تو اس پر جھاگ نمودار ہو جاتی ہے ایسے ہی زیور بنانے کیلئے یا کوئی اور چیز تو سونا چاندی کو پگھلایا جاتا ہے تو اسی قسم کی جھاگ اوپر محسوس ہوتی ہے اس جھاگ کے نیچے جو صاف پانی ہے یا کوئی پگھلی ہوئی دھات ہے وہ گویا حق ہے اس پر جھاگ کے بلبلے باطل ہے دیکھنے والے کو محسوس تو یہ ہوتا

ہے کہ جھاگ غالب ہے مگر ایسا ہرگز نہیں وہ فضول ہے زائد ہے فنا ہونے والا ہے اس کے نیچے جو کچھ چھپا ہوا ہے وہ حق ہے۔ کاری گر جب جھاگ کو دور کر دے گا تو اصل شئ واضح ہو جائے گی کہ وہی اصل ہے وہی ایک حقیقت ہے ایسے ہی تم باطل کے اُبھار سے اس کے عارضی چڑھاوے سے پریشان نہ ہو جاؤ وہ فانی ہے باطل ہے ضائع ہو جائے گا، باطل جھاگ ہے میل کچیل جس کی کوئی حقیقت نہیں حق صاف ستھرا پانی ہے جو لوگوں کی پیاس بجھاتا ہے کھیتیوں کو سیراب کرتا ہے پھلوں، پھولوں میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں مزید تفصیل فرمائی گئی کہ بے کار جھاگ کو ختم ہونا ہے اور لوگوں کیلئے فائدہ مند پانی کو زمین میں باقی رہنا ہے جس سے کائنات کی رونق ہے حق میں نفع ہے وہ رہے گا باطل میں نفع نہیں وہ برباد ہوگا۔ قرآن مقدس نے ایک حسین اور مضبوط اصول واضح فرمایا ہے کائنات میں نفع بخش تو رہے گی اور غیر مفید نقصان دہ شئ جس قدر بھی چمک دمک رکھتی ہو برباد ہو جائے گی، ایسے ہی اس کائنات کے آئے دن مختلف نظریات قواعد وضوابط جنم لیتے رہتے ہیں، اسمبلیاں قوانین بناتی رہتی ہیں کہ ملک کیلئے بہتری ہو مگر اس میں بھی ضابطہ یہی ہے کہ مفید نفع بخش قوانین رہیں گے اور ردی نقصان دہ ضابطے برباد ہو جائیں گے۔ صرف اپنے ملک پر ہی نظر ڈال لیں کتنے حکمران آئے کتنے قاعدے ضابطے بنائے گئے آخر کار ہوا یہی کہ غلط ضابطے قواعد اپنی موت آپ مر گئے۔ صحیح اصول وضوابط آج بھی ہیں اور آگے بھی رہیں گے، یہی حق کی ہمیشگی باطل کی تباہی کو ایک حسین مثال سے سمجھا دیا گیا ہے۔

خلاصہ کے طور پر یوں سمجھ لیا جائے کہ جیسے میل کچیل کسی شئ پر ابھرا نظر آتا ہے لیکن آخر کار وہ پھینک دیا جاتا ہے اور اصل چیز رہ جاتی ہے ایسے ہی باطل کا غلبہ عارضی ہوتا ہے بالآخر زائل ہو جاتا ہے اور حق نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ آیہ کریمہ کی تشریح میں یوں بھی کہہ دیا جائے تو ٹھیک ہے کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات پر وحی کی بارش ہوتی ہے تو اس بارش سے صحابہ کرام مومنین اپنے اپنے ظرف کے مطابق فیض لیتے ہیں بعض اوقات صحابہ پر، ایمان داروں پر پریشانی، دُکھ مصائب کے جھاگ آجاتے ہیں تو وہ بالآخر ختم ہو

جاتے ہیں۔ صحابہ اور مومنین کا اِخلاص اور فرمانبرداری باقی رہ کر انسانیت کے دلوں کی آبیاری کرتے رہتے ہیں یہ حق ہے جو غالب رہتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰىؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰىؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾

صدق اللہ العظیم

جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مان لیا ان کیلئے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے حکم نہ مانا اگر ان کیلئے زمین کا سب کچھ ہو اور اتنا ہی اور بھی اور وہ (عذاب سے بچنے کیلئے) یہ سب کچھ فدیہ دیں یہی لوگ ہیں جن کا حساب سخت ہوگا اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے (۱۸) کیا وہ شخص جو جانتا ہے جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر اُتارا گیا ہے وہ حق ہے وہ اس جیسا ہوگا جو اندھا ہے نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقلمند ہیں (۱۹) وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ کئے گئے عہد پورے کرتے ہیں اور مضبوط وعدوں کو توڑتے نہیں (۲۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حق و باطل کی مثال دے کر سمجھایا گیا اس آیہ مقدسہ میں حق کو مان لینے اور اس پر عمل کرنے کے بارہ میں ارشاد ہے کہ حق کو ماننے والا کوئی ہو، کیسا ہو، کہیں کا ہو اس کیلئے رب قدوس کی طرف سے حُسنیٰ ہے، خیر ہے، بہتری ہے، عزت ہے، جنت ہے۔ اہل حق کیلئے ہی حُسنیٰ ہے انہیں لوگوں کا

کردار اسلام کیلئے بہتر اور مفید ہے انہیں لوگوں کے کردار سے ہی باطل کا جھاگ برباد ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی زندگی دنیا کیلئے نفع بخش ہے جو لوگ دنیا کو ہی سب کچھ سمجھ کر زندگی گزاریں گے آخرت میں ان کی یہ حالت ہوگی کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی انہیں مل جائے بلکہ اس سے بھی دوگنی اور وہ عذاب آخرت سے نجات کیلئے اِسے دے کر بچنا چاہیں گے تو ایسا نہیں ہو سکے گا اور ان کی یہ پیشکش قبول نہ ہوگی، انہیں لوگوں کا حساب بُرا ہے انہیں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔

اب ایک اور اِرشاد سے سمجھایا جا رہا ہے کہ اہل حق اور اہل باطل ایک دوسرے کے مثل نہیں ہو سکتے۔ (اے محبوب) جس شخص نے یہ جان لیا کہ قرآن مقدس جو آپ پر نازل ہوا ہے وہ رب قدوس کی طرف سے ہے اور وہ ہر حال میں سچا ہے حق ہے مضبوط ہے کیا ایسی فکر سمجھ والا بندہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو عقل و فکر سے دور ہو، اندھا ہو ایسی واضح اور حسین مثالوں سے سبق تو وہی حاصل کر سکے گا جو رب سے کئے گئے وعدہ کو توڑتا نہیں اور پختہ وعدوں پر قائم رہتا ہے۔

اس ایفائے عہد میں "میثاق" اللہ سے کیا گیا وعدہ بھی ہے اور حضور ﷺ سے کئے گئے وعدے بھی ہیں عام انسانوں سے کئے گئے وعدوں کا پورا کرنا بھی شامل ہے۔ عہد پورا کرنے سے مراد اسلام میں عائد کی گئیں تمام ذمہ داریوں کا نبھانا ہے جب بندہ رب قدوس کی ربوبیت میں آجاتا ہے اس کی بے شمار نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے تو گویا اپنے کو اس سے کئے گئے عہد و پیمان سے باندھ لیتا ہے، اور تا زیست نبھاتا ہے۔

وعدوں کو پورا کرنا اسلام کا ایک اہم ضابطہ ہے اس ضمن میں حضور ﷺ کا اُسوۂ حسنہ انسانیت کی زبردست رہنمائی کرتا ہے وعدوں کے پورا کرنے میں سب سے پہلا وعدہ وہ عہد ربوبیت ہے جو ازل میں تمام روحوں سے لیا گیا تھا "کیا میں تمہارا رب نہیں؟" سب نے بہ یک زبان کہا "بلیٰ" ہاں تو رب ہے، ایسے ہی تمام احکامِ الٰہیہ کی اطاعت، فرائض کی پابندی ناجائز چیزوں سے پرہیز اس حکم میں شامل ہیں۔ آیہ کریمہ میں جنہیں "اولوا الالباب" عقلمند کہا گیا ہے ان کی صفات میں ایک اہم صفت یہ بھی ہے کہ وہ وعدے پورے کرتے ہیں توڑتے نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ
يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ
سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ
وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا
مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ
بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى
الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَ
مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ
وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ
عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور جولوگ جوڑتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے
حکم دیا کہ جوڑا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے
رہتے ہیں اور سخت حساب سے خوف رکھتے ہیں
(۲۱) اور جو لوگ (مشکلات و مصائب میں)
اپنے رب کی خوشنودی کیلئے صبر کرتے ہیں اور
نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں اور جو رزق انہیں ہم
نے دیا اُسے پوشیدہ طور پر ظاہری طور پر خرچ
کرتے ہیں اور برائی کو نیکی سے ٹالتے رہتے
ہیں انہیں لوگوں کیلئے ہیں آخرت کی خوشیاں
(۲۲) ہمیشہ رہنے والے باغات میں داخل
ہوں گے اور جو اپنے باپ دادا بیوی بچوں سے
اچھے ہوں گے (وہ بھی باغات میں ہوں گے)
اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے داخل ہوں
گے (۲۳) (یہ کہتے ہوئے) تم پر سلامتی ہو کہ تم
نے صبر کیا کس قدر اچھا ہے آخرت کا گھر (۲۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں عقلمندوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی کا ذکر ہوا کہ وہ وعدہ پورا کرتے ہیں توڑتے نہیں ان آیات میں عقلمندوں کی مزید نشانیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے: ایک نشانی یہ بھی ہے کہ عقلمند لوگ ان چیزوں کو جوڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا رب قدوس نے حکم دیا ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ صلہ رحمی کی جائے، رشتہ داروں سے حُسن سلوک تمام ایماندار بھائی بھائی ہیں قرآن مقدس نے فرمایا ''انما المومنون اخوۃ ''تمام ایماندار بھائی بھائی ہیں،''المسلم اخ المسلم ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔اس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں اتفاق، پیار امن محبت سے رہیں۔ پڑوسی کا احساس کیا جائے بیمار کی بیمار پرسی کی جائے دکھی کے کام آیا جائے۔صلہ کے عنوان کو اس ارشاد گرامی سے تقویت ملتی ہے۔''صل من قطعک واعف عمن ظلمک و احسن الی من اساءَ الیک ''جس نے تجھے کاٹا ہے تو اس سے مل جا جس نے تجھ پر زیادتی کی ہے اُسے معاف کردے جس نے تیرے ساتھ برائی کی اس کے ساتھ اچھائی کر۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ باپ کی وفات کے بعد اس کے دوستوں سے تعلق رکھا جائے ،سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں برکت ہو اس کی عمر میں برکت ہو تو اُسے چاہئے کہ رشتہ داروں سے میل ملاپ رکھے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اس حدیث کو ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے رحم سے فرمایا جو تجھ سے تعلق رکھے گا میں اس سے ملاپ رکھوں گا جو تجھ سے منقطع ہوگا میں اس سے الگ ہوں گا۔ حضرت ابو اُسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی حضور والد کے فوت ہوجانے کے بعد اس سے نیکی کی جاسکتی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اس کی نماز جنازہ پڑھو،اس کیلئے استغفار کرو،ان کے کئے ہوئے وعدے پورے کرو،ان کے رشتہ داروں سے تعلق جوڑو،ان کے دوستوں کی عزت کرو۔

عقلمندوں کی ایک اور صفت بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس ڈر کے باعث گناہوں سے بچتے ہیں ایک اور صفت بیان کی گئی وہ سخت حساب سے ڈرتے ہیں کہیں ان کی جواب طلبی سخت نہ ہو۔ان کی ایک اور مبارک صفت یہ بیان فرمائی گئی اللہ کی رضا کیلئے مشکلات ومصائب پر صبر کرتے

ہیں اس ارشاد میں صبر کی ساری قسمیں آ جاتی ہیں۔ بندگی پر ثابت قدم رہنا بھی صبر ہے، گناہ سے بچنا بھی صبر ہے، مصائب پر صبر بھی صبر ہے۔ان کی صفات مبارکہ میں سے ایک صفت یہ فرمائی گئی کہ نماز کو وقت پر فرائض وواجبات کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ایک صفت یہ بھی فرمائی گئی کہ جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اعلانیہ، خفیہ خرچ کرتے ہیں۔ایک صفت یہ بھی فرمائی کہ برائی کو اچھائی سے دُور کرتے ہیں جب کسی قسم کی غلطی ہوگئی تو شرم محسوس ہوئی کہ ایسا کیوں ہوگیا؟ اب وہ اس برائی کو توبہ واستغفار کے ساتھ دور کرتے ہیں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا خدا سے ڈرتے رہو، اگر کوئی برائی ہوجائے تو نیکی کر کے اسے مٹادو ''ان الحسنات یذھبن السیئات'' نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ایسے لوگوں کیلئے جنات میں باغات ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے ان کے باپ دادا بیویوں اور اولاد سے بھی جو اہل ہونگے۔ ان پاکیزہ صفات لوگوں پر فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو کہ تم نے صبر کیا بس آخرت کا گھر کس قدر اچھا ہے کہ جنت میں اہل وعیال کے ساتھ رہیں گے جو بڑی نعمت ہے۔

جنت میں مومنوں کو فرشتے سلام کہیں گے جو اہل جنت کی واضح عظمت ہے اللہ کرے ہم گناہگار بھی نیکوں کی ان صفات کو خلوص دل سے اپنا سکیں اور آخرت کو جنت میں اپنے آباؤاجداد کے ساتھ فرشتوں کے سلام، دُعائیں سُن سکیں۔

سیّدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اعلان ہوگا صبر واستقامت کی صفات والے لوگ جنت میں چلے جائیں گے ان سے فرشتے پوچھیں گے کہاں جارہے ہو، کہیں گے جنت میں، فرشتے کہیں گے حساب سے بھی پہلے؟ تو یہ جواب دیں گے جی ہاں، فرشتے پوچھیں گے تم کون ہو؟ یہ کہیں گے ہم اہل صبر ہیں فرشتے پوچھیں گے تمہارے صبر کی حقیقت کیا ہے؟ یہ کہیں گے ہم اللہ کی اطاعت پر قائم رہے، مصائب پر صبر کیا تو فرشتے کہیں گے، جاؤ جنت میں داخل ہوجاؤ ان کیلئے جنت میں یاقوت واحمر کے محلات ہوں گے، ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے یہ ''عقبیٰ الدار'' ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۤءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ وَيَقْدِرُ ۗ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

صدق اللہ العظیم

اور وہ لوگ جو اللہ سے کئے گئے پختہ وعدہ کو توڑتے ہیں اوران رشتوں کو کاٹتے ہیں جن کے متعلق اللہ کا حکم تھا کہ جوڑا جائے اور زمین میں فتنہ فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے اوران کیلئے بُرا گھر ہے (۲۵) اللہ تعالیٰ کھلا رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تنگ رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور کفار دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے (حقیقت یہ ہے کہ) دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں حقیر سامان ہے (۲۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں نیک لوگوں کے عظیم اعزاز کا ذکر ہوا کہ وہ جنت میں جائیں گے، فرشتے انہیں سلام کہیں گے اس آیہ پاک میں بُرے لوگوں کے انجام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، اللہ سے کئے گئے عہد توڑنے وقطع رحمی کرنے والے زمین میں فساد پھیلانے والے، اسلام سے رُوگردانی، برائیوں سے رغبت، خدا و رسول کی حکم عدولی انہیں لوگوں پر آخرت میں لعنت ہے اور آخرت کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔

پہلی بُری بات اللہ سے کئے گئے وعدے توڑنا ہے، دوسری بُری بات رشتہ داروں سے بگاڑ ہے قطع رحمی ہے تیسری بُری عادت زمین میں فساد برپا کرنا ہے ان سرکش بندوں کی عادت بیان کرنے کے بعد سزا کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان کیلئے لعنت ہے اور بُرا ٹھکانہ ہے۔ نادان لوگوں نے دنیوی مال اسباب کو حق و باطل کا معیار سمجھ لیا کہ جسے دنیا میں عزت دی گئی اُسے آخرت میں بھی عزت ہو گی ان کی یہ سوچ سراسر جہالت ہے رزق کا معاملہ تو قدرت کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے امیر بنا دے جسے چاہے غریب کر دے۔ غریب

سے امیر، امیر سے غریب رُسوائی کے بعد عزت، عزت کے بعد رُسوائی یہ سارے معاملات یہ دنیا تو دارالعمل ہے، رزق کی فراخی تنگی سب اُسی کے قبضہ میں ہے دنیا دار اپنی دنیوی زندگی پر نازاں پھر رہے ہیں حلال وحرام کا امتیاز نہیں کرتے، سچ جھوٹ کی تمیز نہیں، حق و باطل کا احساس نہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت میں حقیر سامان ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں بُرے لوگوں کی خصلتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، ایماندار اللہ سے کئے گئے وعدے پورے کرتے ہیں کفار نے بھی یوم میثاق اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ شرک نہیں کریں گے اس کو رب مانیں گے توڑ دیا کفار و مشرکین نے اُلوہیت اور توحید کے دلائل کو ردّ کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام نے جو پیغام دیا نظرانداز کر دیا جن تعلقات کو جوڑنے کا حکم تھا اُنہیں توڑ دیا، رسول اللہ ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے لوگوں پر ظلم کرنا اپنا وطیرہ بنالیا۔ آبادیوں کو برباد کرتے ہیں یہی لوگ لعنت کے حقدار ہیں خدا کی رحمت سے دور ہیں۔

اس آیہ کریمہ پر یہ اشکال صحیح نہیں کہ آج کفار تو ہر طرح خوش وخرم ہیں مالدار ہیں دنیا پر چھائے ہوئے ہیں کفار کی مالی فراوانی کاروباری ترقی ان کی عملی محنت کاوش اور تگ ودو کا نتیجہ ہے ان کی نیکی یا اللہ کی خوشنودی کا نہیں۔ آج مسلمان مالی لحاظ سے کمزور ہے تو اس کی بدبختی، لاپرواہی اور کام پر توجہ نہ کرنا ہے اگر آج یہ محنت سے کام کرنا شروع کر دے، مالی وُسعت اور دولت کی فراوانی حاصل کر سکتا ہے اللہ کا کرم ہے پاکستان سرسبز خطہ ہے ہر شئی موجود ہے، مگر ہماری بدبختی ہے کہ نوجوان بیرون ممالک جانے میں دلچسپی رکھتے ہیں رزق کا نظام اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے وہ محنت کرنے والوں کو نوازتا ہے، مالی حالت حق و باطل کی وجہ سے نہیں عمل اور بدعملی کا نتیجہ ہے۔ قرآن مقدس نے بھی اس عنوان کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے، انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے رزق کی زیادتی اور تنگی حق و باطل کا معیار نہیں۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ
عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ
يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ
أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم
بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ
لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾ كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ
فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ
لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي
لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ
مَتَابِ ﴿٣٠﴾

صدق الله العظیم

اور کفار کہتے ہیں (اگر یہ نبی ہے) تو اس پر اس کے رب کی طرف کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہ اُتاری گئی (محبوب) فرما دیجئے (نشانات تو بہت ہیں) مگر اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو سچے دل سے رجوع کرتا ہے اللہ اُسے ہدایت دیتا ہے (۲۷) جو لوگ ایمان لے آئے اور ان کے دل یادِ الٰہی سے مطمئن ہو گئے، آگاہ ہو جاؤ اللہ کی یاد سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں (۲۸) وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے ان کیلئے خوشخبری ہے، اُنہیں کیلئے اچھا ٹھکانہ ہے (۲۹) اسی طرح ہم نے آپکو قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا جس سے پہلے کئی قومیں گزر گئیں تا کہ آپ ان پر وہ احکام پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کئے یہ کفار رحمان کا انکار کرتے ہیں آپ فرما دیجئے وہی پروردگار ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (۳۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ دنیوی مال و دولت کا ہونا قبضۂ قدرت میں ہے جسے چاہے جتنا چاہے عطا

فرمائے۔اس آیہ کریمہ میں ارشاد ہے ایسے ہی روحانی رزق کا مسئلہ ہے ایمان ہدایت جسے چاہے عطا فرما دیتا ہے کوئی شخص اپنی ہمت واختیار سے ہدایت حاصل نہیں کرسکتا۔

آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک ضد کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے معجزات دیکھ کر بھی گستاخ رہے اور نئے نئے مطالبات کرتے رہے کہ ان پر انبیاء کی طرح کوئی نشانی کیوں نہ اُتری؟ صالح علیہ السلام پر اونٹنی کا معجزہ ظاہر ہوا، محبوب! (ﷺ) فرمادیجئے پہلی قوموں نے معجزہ مانگا جب معجزہ دکھا دیا گیا تو قوم نے سر پھیر دیا، انکار کردیا نتیجہ یہ ہوا ان پر عذاب بھی آیا اور وہ قوم برباد ہوگئی، معجزہ دیکھ کر کافر رہے ہدایت نہ پاسکے آپ فرمادیجئے ہدایت وگمرہی اللہ کے قبضہ میں ہے جسے چاہے ہدایت دے دے جسے چاہے گمراہ بنا دے۔ابو جہل نے ہزاروں معجزات دیکھے ابولہب نے قریب سے دیکھا مگر ایمان نہ لائے ہاں وہ جو اس کی طرح اخلاص کے ساتھ مائل ہوتا ہے، خواہشات ومطالبات چھوڑ کر حق کا متلاشی ہوتا ہو تو اللہ اُسے منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور جمال محبوب دیکھتے ہی گرویدہ ہوگئے، کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور ذکر اللہ سے مطمئن ہوگئے۔حضور ﷺ بہترین ذکر اللہ ہیں کہ آپ کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے، عبادات و ریاضات اہل اللہ کی محفلیں یہ سب ذکر اللہ ہیں اور ذکر اللہ ہی دلوں کا سکون ہے اس سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے، اطمینان کا ملنا اللہ کا فضل ہے غیر اطمینانی صورت شیطانی غلبہ ہے۔

آیہ مبارکہ سے واضح ہورہا ہے اطمینان قلب، مال ودولت، حکومت، اولاد ایسی کسی شے سے حاصل نہیں صرف اور صرف یاد الٰہی سے ملتا ہے اگر اطمینان حکومت دولت سے ہوتا تو کوئی بادشاہ حکمران کسی درویش کے پاس حاضر نہ ہوتا، ہم دیکھتے ہیں برے بڑے سلاطین اولیاء کے حضور حاضر ہوئے اور دعائیں کرائیں وہ لوگ جو ایمان پر پختہ ہوگئے، اچھے اعمال اختیار کرلئے اُن کیلئے طوبیٰ ہے طوبیٰ ایک درخت ہے جس کی شاخیں جنت کے ہر گھر میں ہیں تیز ترین گھوڑا سو سال دوڑے تو اس کے سایہ کے دوسرے کنارے نہیں پہنچ سکتا، جنت کا کوئی درخت اس کے برابر نہیں۔طوبیٰ کا معنی جنت بھی ہے مبارک بھی ہے بشارت

بھی ہے اس کا معنی فرشتوں کی دعائیں بھی ہیں یہ بہت بڑا حسین عمدہ ٹھکانا ہے، محبوب! جیسے ہم نے انبیاء کو پہلی اُمتوں میں بھیجا اسی طرح ہم نے آپ کو بھی اُمت میں بھیجا تا کہ دی گئی وحی کو ان پر پڑھتے رہیں ہدایت دیتے رہیں، یہ لوگ جو آپ کی ہدایت سے دور ہوتے ہیں سوچ سمجھ ہوتے ہوئے بھی احسان کے منکر ہیں انہیں فرما دیجئے وہی اللہ ہے اسی پر میرا توکل ہے اسی کی طرف ہر معاملہ میں میرا رجوع ہے۔

آیہ پاک کے اُترنے کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی ہے حضور ﷺ کعبہ شریف کے قریب کہا، یااللہ! یارحمان!۔۔۔تو ابو جہل نے کہا عجیب ہے اب محمد (ﷺ) بھی دو خداؤں کو مانتا ہے، تو یہ آیہ پاک اُتری، اِلٰہ معبود خاص صرف وہی ہے۔ یہ آخری آیہ جس میں رحمان کے انکار کا ذکر ہے اس کے اُترنے کا سبب یہ بھی ہے جسے امام ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا ہے: صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضور ﷺ نے علی المرتضٰی سے فرمایا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' سے شروع کرو، کفار نے انکار کر دیا کہ ہم رحمان کو نہیں جانتے ''باسمک اللّٰھم'' لکھو تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، بسم اللہ شریف لکھنے کی مخالفت کرنے والا سہیل بن عمرو تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح بھی ہے حضور ﷺ نے کفار سے کہا ''اُسجد للرحمان'' رحمان کو سجدہ کرو تو انہوں نے کہا رحمان کیا ہے؟ تب یہ آیہ پاک نازل ہوئی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۗ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس سے پہاڑ چلائے جاتے یا زمین کی مسافت طے کی جاتی یا اُس سے مردوں کے ساتھ باتیں کی جاتیں (تو وہ پھر بھی ایمان نہ لاتے) بلکہ تمام چیزیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، کیا ایمان والے نہیں جانتے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو

قَرِيبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَأْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾

صدق اللہ العظیم

ہدایت دے دیتا اور کفار اس حالت میں رہیں گے کہ انہیں اپنے کردار کی وجہ سے کوئی نہ کوئی مصیبت رہے گی یا اُن کے مکانوں کے قریب (مصیبت) آتی رہے گی حتی کہ اللہ کا وعدہ آجائیگا بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا (۳۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ کفار کہتے ہیں ان پر کوئی نشانی تو اُتری نہیں جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام پر معجزات اُترتے تھے، اس آیہ کریمہ میں فرمایا جارہا ہے اگر ان کے مطالبات پورے بھی ہوجائیں یہ لوگ ہٹ دھرم ہیں متعصب ہیں یہ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے اس آیہ کریمہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا: ابو جہل نے عبداللہ بن اُمیہ کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے کہو اگر آپ چاہتے ہیں ہم ایمان لے آئیں تو ہمارے چند مطالبات پورے کردیں سرزمین مکہ کو کھلا بنادیں پہاڑ ہٹادیں کہ کھیتی باڑی میں آسانی ہو، داؤد علیہ السلام کے متعلق آپ بھی کہتے ہیں کہ پہاڑ اُن کے مسخر تھے آپ کہتے ہیں ہوا سلیمان علیہ السلام کے مسخر تھی آپ بھی ایسا کردیں آپ کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے مُردے زندہ کئے آپ بھی ایسا کردیں ہمارے دادا قصیٰ کو زندہ کردیں۔

کفار کے اس مطالبہ پر کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بارگاہ رسالت میں عرض کی حضور ان کے مطالبہ کو پورا کردیا جائے یہ لوگ ایمان لے آئیں گے تو یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی، ایمان والو! کفار کے مطالبہ کا پورا کرنا ان کا علاج نہیں وہ ضدی ہیں ان کی ضد ہٹ دھرمی کا تو یہ عالم ہے کہ اگر قرآن پاک کے ذریعہ پہاڑ چلادیئے جائیں یا زمین کے ٹکڑے کرکے چشمے بہادئے جائیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کے عصا مارنے پر چشمے بہہ گئے تھے یا اسی قرآن کے ذریعہ سے مُردے زندہ کرکے ان سے باتیں کرلی جائیں

یہ کوئی بات نہیں ایسا تو ہوتا رہا ہے پتھروں سے چشمے بہے ہیں مُردے زندہ ہو کر عیسیٰ علیہ السلام سے باتیں کرتے رہے ہیں، بات تو ان کی ضد کی ہے یہ لوگ پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے یہ سارے معجزات حیران کن معاملات پتھروں سے پانی، مُردوں کی زندگی، پہاڑوں کا چلنا یہ سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے جسے چاہے دیدے، ایمانداروں سے خطاب فرمایا گیا کہ ہمارے ایماندار بندے کفار کی مکارانہ باتیں سن کر ان کے زبانی پروپیگنڈہ سے اُمیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں ابھی تک یہ اُن سے مایوس نہیں ہوئے کہ کفار ہدایت نہیں پاسکتے۔ یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ کفار کو اُنہوں نے جانا نہیں۔

اگر اللہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ہدایت دے دیتا۔ فرمایا گیا ہے کہ کفار پر ان کی بدکرداری کے باعث گاہے بگاہے پریشانیوں، مصیبتوں، ہلاکتوں کا آنا ہوتا رہتا ہے کبھی بیماری ہے کبھی نقصان ہے کبھی رُسوائی ہے کبھی مسلمانوں سے شکست کھانا ہے اگر خدا پناہ مسلمان پر یہ مصائب آتی ہیں تو وہ رب پر بھروسہ توکل کر کے برداشت کرلیتا ہے کفار مشکلات میں پھنس جاتے ہیں چونکہ مومن کی خواہش اللہ کی رضا کے تابع ہوتی ہے خوشی سے برداشت کرلیتا ہے کافر سب کچھ دنیا کو ہی سمجھتا ہے رُسوا ہوتا ہے کفار پر مصائب سے مراد جنگوں میں شکست بھی ہے ان کی بدعملی کے باعث ان کے گھروں کے قریب بیماریاں عذاب مشکلات بھی ہیں یہ مصائب ان پر اس وقت تک رہیں گی حتیٰ کہ اللہ کا وعدہ موت آجائے یا قیامت برپا ہوجائے یا مکہ مکرمہ کی فتح ہوجائے۔ حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! اللہ اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک آپ سے پہلے رسولوں کا (بھی) مذاق اُڑایا گیا پس میں نے کافروں کو ڈھیل دے دی پھر میں نے ان کو پکڑ لیا کیسا تھا عذاب (۳۲) کیا جو ہر شخص کے اعمال کا نگران ہے (وہ معبودانِ باطل کی طرح ہو سکتا ہے) (اس کے باوجود) لوگوں نے اللہ کے شریک بنا لئے آپ کہہ دیجئے ان کے نام تو بتاؤ یا تم اُسے ایسی شئ کی خبر دے دو جسے وہ زمین میں نہیں جانتا، کافروں کیلئے ان کا فریب خوبصورت بنا دیا گیا ہے اور انہیں راہِ حق سے روک دیا گیا ہے اور جسے اللہ گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں (۳۳)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں کفار کے مطالبات کا ذکر تھا جو حقیقت پر مبنی نہ تھا کہ اگر وہ مطالبات پورے کر دئے جاتے تو وہ ایمان لے آتے ایسی بات ہرگز نہیں یہ ساری باتیں مذاق اور استہزاء کے طور پر ہیں۔اس آیہ مقدسہ میں فرمایا جارہا ہے کہ محبوب آپ ان کے استہزاء سے پریشان نہ ہوں کفار کا یہ طریقہ کار پرانا ہے پہلے انبیاء علیہم السلام سے بھی ایسا ہوتا رہا میں نے اُنہیں ڈھیل دی اور وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہے اور انبیاء علیہم السلام انہیں نیکی کی طرف بلاتے رہے اور یہ کفار سرکشی میں بڑھتے گئے بالآخران پر قہر وغضب ڈالا گیا لوگوں نے دیکھا وہ قہر وغضب کیسا تھا کیا جو ہر شخص کے ایمان کا نگران ہے وہ معبودانِ باطل کی طرح ہو سکتا ہے نہیں ہرگز نہیں۔''افمن قائم علی کل نفس'' کے ارشاد میں مشرکین کی جہالت کو واضح فرمایا گیا

ہے کہ کیسے بیوقوف ہیں کہ بے جان بے شعور بتوں کو اُس ذات پاک کے برابر ٹھہراتے ہیں جو ہر نفس پر نگران ہے اور اعمال کا محاسبہ کرنے والی ذات ہے۔ قائم کا معنیٰ کھڑا ہونے والا نہیں بلکہ نگران ہے۔ اس کا ایک معنیٰ عالم بھی ہے کیا وہ جو ہر شئ کا عالم ہے اُسے اس جیسا سمجھتے ہو جو بے خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کا نام تو بتاؤ جنہیں تم نے میرا شریک بنا رکھا ہے یہی لات، منات کا نام پیش کرو گے، یہ اندھے بہرے مجسمے کبھی خدا ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ جاہل بیوقوف بعض مسلمانوں کا خلافِ اسلام عقائد کو حق ماننا بھی اسی زُمرے میں ہے۔

کفار کیلئے اُن کا فریب خوبصورت بنا دیا گیا ہے اور انہیں راہِ حق سے روک دیا گیا ہے اور جسے اللہ چاہے گمراہ کر دیتا ہے۔ آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا '' زُین للذین کفروا مکرھم '' کفار کیلئے ان کا فریب خوبصورت بنا دیا گیا یعنی شیطان نے ان کے کفر کو مزین کر دیا تھا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ کفار ایک دوسرے کے سامنے کفر کی تعریف کرتے تھے یہ معنیٰ بھی ہے کہ وہ لوگ اپنے کفر کو اچھا جانتے تھے کہ یہ کفر انہیں اپنے باپ دادا کی تقلید میں ملا ہے چونکہ انہوں نے اپنے لئے گمراہی کا راستہ پسند کر لیا اس لئے اللہ نے ان کے اندر گمراہی پیدا کر دی یہی معنیٰ ہے جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ

ان کیلئے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بڑا سخت ہوگا اور اُنہیں اللہ کی گرفت سے بچانے والا کوئی نہیں (۳۴) جس جنت کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے ایسی ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس کا پھل ہمیشہ رہتا ہے اس کا سایہ بھی نہیں ڈھلتا،

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ
اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ
بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ
اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ
مَاٰبِ ﴿۳۶﴾

صدق اللہ العظیم

اپنے رب سے ڈرنے والوں کا یہ انجام ہے اور کفار کا انجام آگ ہے (۳۵) اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس کتاب پر خوش ہو رہے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ان لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو بعض قرآن کا انکار کرتے ہیں آپ فرما دیجئے مجھے تمہاری مخالفت کی پرواہ نہیں مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں اور اسی کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف سب نے لوٹنا ہے (۳۶)

تفسیر

پچھلی آیہ پاک میں کفار کی بداعمالیوں کا ذکر تھا کہ وہ ان کیلئے شیطان نے زینت بنادی ہیں اس آیہ پاک میں ایمانداروں کے اعمال صالحہ کا ذکر ہے کہ انہیں ان کے بدلہ میں جنت عطا کردی گئی ہے کفار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا تھا ان کیلئے عذاب ہے انہیں ہدایت نہ ملنا بھی عذاب ہے، دنیا کی مشکلات بھی عذاب ہیں اگرچہ مومن کو یہی تکالیف آتی ہیں مگر اس کیلئے یہ عذاب نہیں کہ مومن اپنے رب پر بھروسہ رکھتا ہے، حوصلہ صبر سے کام لیتا ہے مومن کی ان عادات کے سبب یہ مشکلات ترقی کا سبب بن جاتی ہیں، کافر مشکلات پر واویلا رب سے دُوری، نبوت کا انکار، اسلام سے دشمنی کے سبب عذاب کا مستحق بن جاتا ہے اور اس شدید آگ سے انہیں کوئی بچانے والا نہیں دنیا کی آگ سے جہنم کی آگ ہزاروں درجہ زیادہ گرم اور سخت ہے، کفار اُس سے بچ نہ سکیں گے کہ انہیں کوئی بچانے والا ہی نہیں ہوگا۔

ایمانداروں کیلئے آخرت میں جنت ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں اس کا کھانا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے ہر موسم میں ہر کھانا موجود ہے ہر کھانے میں ذائقہ لذت تروتازگی موجود ہے ایک اور نعمت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے اور اس کا سایہ بھی دائمی ہے، درختوں کا سایہ یا خدا کی رحمات و برکات کا سایہ جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اس سایہ کیلئے ختم ہونے کا تصور ہی نہیں یا یہ سایہ عزت و وقار فضل و کرم کا سایہ ہوگا جو ہمیشہ ہمیشہ رہے گا یہ انجام مومنوں کا ہوگا کفار کا انجام جہنم ہے جنت کا راستہ تقویٰ ہے پرہیز گاری ہے اور جہنم کی راہ نفاق ہے کفر ہے شرک ہے۔ اسی آیہ کریمہ میں کچھ تو مسلم لوگوں کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ تجھ پر اُترنے والی وحی سے خوش ہوتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو یہود و نصاریٰ سے ایمان لائے اور دربار نبوی میں مقبول ہوئے جیسے عبداللہ بن سلام، کعب احبار اور کچھ لوگ دوسرے گروپ میں شامل ہو گئے منافقین سے مل گئے اسلام کے خلاف گٹھ جوڑ میں مصروف رہتے تھے جیسے کعب بن اشرف، عبداللہ بن اُبی منافق قرآن مقدس کی آیات کا اس لئے انکار کر دیتے ہیں کہ ان کی مرضی رائے سے مختلف ہیں۔

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی" اس کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد قرآن مقدس ہے دوسری یہ کہ اس سے مراد تورات و انجیل ہے۔ قرآن مقدس مراد ہو تو تمام مسلمان مراد ہیں اور اگر تورات و انجیل مراد ہوں تو وہ لوگ مراد ہیں جو اسی (۸۰) کے لگ بھگ ایمان لائے تھے، نجران سے ۴۰ تھے، ۸ یمن کے ۳۲ حبشہ کے تھے۔ یہ لوگ قرآن مجید پر خوش ہوئے۔ یہود مراد ہوں تو کتاب سے مراد تورات ہے ان قرآنی آیات سے خوش ہوتے ہیں جو تورات و انجیل کی تصدیق کرتی ہیں، آیہ مبارکہ میں "ومن الاحزاب" کے ذکر سے مراد باقی کفار ہیں جو قرآن پاک کی بعض آیات کا انکار کرتے ہیں کہ ان کی رائے مرضی کے خلاف ہیں۔

اے محبوب کریم! (ﷺ) آپ انہیں فرما دیجئے مجھے یہ حکم دیا گیا ہے اُسی کی عبادت کروں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دوں اور وہی ٹھکانا ہے اب تمہاری نجات، بہتری صرف اسی میں ہے کہ میری اطاعت کرو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ
اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ
وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ
قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ
وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا
اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾
وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ
اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ
وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾

صدق اللہ العظیم

اسی طرح ہم نے (قرآن) کو نازل کیا ہے جو عربی زبان میں دستور ہے اگر آپ بھی علم آنے کے بعد (اُن کی خواہشات) کی اتباع کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ بچانے والا (۳۷) اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے تھے اور ان کیلئے بیویاں اور اولاد بھی بتائی اور کسی رسول کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ پیش کرے ہر شئی کی مدت کتاب تقدیر میں لکھی ہوئی ہے (۳۸) اللہ جس چیز کو چاہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اسی کے پاس ہے (۳۹) اگر ہم اُن سے کئے ہوئے کسی وعدہ کی تکمیل آپ کو دکھائیں یا آپ کو (اس سے پہلے) وفات دیدیں تو آپ کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہی ہے اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے (۴۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا ہم نے یہود و نصاریٰ کو کتاب دی اور وہ قرآن کی اُن آیات پر خوش ہوتے ہیں جو تورات و انجیل کی تصدیق کرتی ہیں اور بعض لوگ انکار کرتے ہیں کہ بعض آیات قرآنی ان کے مزاج کے

خلاف ہیں ۔اس آیہ کریمہ میں قرآن مقدس کے نزول کا حکم فرمایا جارہا ہے کہ وہ ہم نے عربی زبان میں نازل کیا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام پر جو کتابیں اُتاری گئیں ان کی زبانوں میں تھیں یہ کتاب عربی زبان میں اُتاری جو ایک مضبوط دستور ہے، ضابطہ ہے قانون ہے جس کیلئے نہ یہ منسوخ ہوگا نہ محرّف ہوگا نہ بدلا جائے گا مشرکین حضور ﷺ کو اپنے آباؤ اجداد کے دین کی دعوت دیتے تھے فرمایا گیا اگر آپ نے ان کی پیروی کی تو پھر اللہ کے مقابلہ میں آپ کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

یہاں پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے ''اگر تو نے ان کی پیروی کی'' کیا یہ ممکن تھا کہ حضور ﷺ ان کی پیروی کرتے ، اس ارشاد میں حضور ﷺ کی اُمت مراد ہے اِسے ''تعریض'' کہتے ہیں کہ کام کی نسبت کسی کی طرف ہو مگر مراد دوسرا ہو اس آیہ میں ذکر آپ کا ہے مگر مراد اُمت ہے کہ اگر آپ کی اُمت مشرکین کی پیروی کرے گی تو خدا کے مقابلہ میں اس کو بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔اگلی آیہ کریمہ میں مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا جواب ہے دراصل یہ اعتراض عیسائیوں کی طرف سے ہے مگر مشرکین سے کرایا گیا ہے، اعتراض یہ تھا کہ اگر یہ نبی ہے تو بیوی بچے کیوں ہیں؟ یہ اعتراض سراسر جہالت پر مبنی ہے فرمایا جارہا ہے ہم نے آپ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام بھیجے تھے جن کی بیویاں تھیں بچے تھے اگر بیوی بچے ان کی نبوت پر اعتراض نہیں بنتے تو آپ کیلئے یہ اعتراض کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی طرح کوئی اور بے معنیٰ اعتراضات کرتے تھے، کھانا پینا کیوں ہے؟ بازاروں میں کیوں چلا جاتا ہے؟ اس پر فرشتہ کیوں نہ اُترا؟ ان تمام لغو اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں۔حضور ﷺ کی شادیوں پر اعتراض کے جوابات میں میری کتاب ''مدینۃ الرسول'' کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اے محبوب کریم! (ﷺ) کفار سے فرمادیجئے جتنے بھی انبیاء و رسل تشریف لائے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی معجزہ لائے ، عذاب والا کردے، یہ سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سارے کام اللہ کی عطا اُس کی رضا سے ہوتے ہیں، انہیں فرمادیجئے عذاب میں جلدی

نہ کرو اللہ کے ہر قانون اور فیصلہ کیلئے ایک وقت مقرر ہے جس قانون ضابطہ کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔

علماء کرام نے تقدیر کی دو قسمیں بیان کیں، ایک تقدیر مُبرم ہے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا، ایک شخص کی قسمت میں اولاد نہیں ہے بس نہیں ہے یہ مبرم ہے اگر کسی مرد مومن نے دُعا کر دی اور اللہ نے اُسے اولاد دے دی تو یہ تقدیر معلّق ہے کہ تھا تو وہ لاولد (بے اولاد) مگر کسی کی دُعا سے لاولد کو ختم کر دیا گیا اولاد بخش دی ''ولما یمحو اللہ مایشاء '' کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کے نامہ اعمال سے جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا اگر ہم ان سے کئے گئے وعدہ کی تکمیل آپ کو دکھا دیں یا آپ کو اس سے پہلے وفات دے دیں تو آپ کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٤١﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٤٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿٤٣﴾

صدق اللہ العظیم

کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم اُن کے علاقوں کو (آہستہ آہستہ) کم کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اور اس کے حکم کو ردّ و بدل نہیں کر سکتا اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (۴۱) ان سے پہلے لوگ بھی مکر و فریب کرتے رہے اور اللہ کے اختیار میں ہے ان سب کو مکر کی سزا دیتا اور وہ جانتا ہے جو کوئی کچھ کماتا ہے اور قریب ہے کفار بھی جان لیں گے آخرت کی بہتری کس کیلئے ہے (۴۲) اور کفار کہتے ہیں آپ رسول نہیں ہیں کہہ

دیجئے (میری رسالت پر) میرے تمہارے
درمیان گواہ اللہ گواہ کافی ہےاور وہ لوگ بھی (گواہ
کافی ہیں) جس کے پاس کتاب کاعلم ہے(۴۳)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں مومنوں سے فرمایا گیا کہ کفار کی اتباع سے بچیں اس آیہ کریمہ میں فرمایا جارہا ہے کہ مکروفریب کرنا کفار کا پرانا طریقہ ہے ان کے باپ دادا بھی ایسا ہی کرتے تھے۔آیہ مبارکہ میں فرمایا جا رہا ہے کفار مکہ یہ محسوس نہیں کرر ہے کہ ان کے علاقے آئے دن کم کرر ہے ہیں اُن کے مقررہ لیڈر قتل ہو رہے ہیں مسلمان مجاہد تیزی سے بڑھ رہے ہیں کفار کا زور ٹوٹ رہا ہے، اسلام آئے دن ترقی کر رہا ہے جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں یہ ساری صورتیں اسلام کے غلبہ کی دلیل ہیں ایسے واضح نشانات ہوتے ہوئے مزید نشان طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔مسلمانوں کی عزت کفار کی رُسوائی یہ عینی نشان نہیں؟ اب اسلام کے غلبہ کوختم کرنے کیلئے کفر جتنا چاہے زور لگائے ہونہیں سکے گا،اللہ حکم فرماتا ہے اور اس کے حکم میں ردّو بدل نہیں کیا جا سکتا۔موجودہ دور پر نگاہ کریں آج دنیا کا پورا کفر متحد ہوکر اسلام کے خلاف برسر پیکار ہے، دیکھنا ہے یہ کیوں؟ مسلمانوں نے کفار کے کسی ملک پر قبضہ کیا؟ کسی کے تیل کے کنوئیں اپنے قبضہ میں لئے؟ جب کوئی ایسی شکل نہیں ہے تو کفر کا اسلام کے خلاف یہ محاذ کیوں ہے؟ بات صرف اورصرف یہی ہے اسلام آئے دن بڑھ رہا ہے، لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں کفر کو ڈر ہے اگر اِسے روکا نہ گیا تو پوری دنیا پر غالب ہوجائے گا۔

اسلام کی برتری عزت اللہ کا فیصلہ ہے اور اس کے فیصلہ کو کوئی روکنے والا نہیں۔حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب ان کفار کی سازشیں مکاریاں غلط بیانیاں کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے لوگوں نے ایسا ہی کچھ کیا وہ بھی انبیاء علیہم السلام کے خلاف بہت کچھ کرتے رہے یہ جتنی بھی سازشیں کرلیں اللہ تعالیٰ ان کے سارے

مکروفریب کو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ہر نفس کیا کرے گا اور قریب ہے کفار بھی جان لیں گے ان کا حشر کیسا ہے۔اے محبوب کریم! یہ کفار کہہ رہے ہیں کہ تو رسول نہیں انہیں فرما دیجئے میری رسالت کی گواہی کیلئے میرے تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے اور وہ کافی گواہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

''من عندہ'' سے مراد خلفاء وراشدین ہیں اور کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے ایک معنی یہ بھی ہے کہ ''من'' سے مراد یہود کے نومسلم علماء مراد ہیں۔عبداللہ بن سلام،کعب احبار،تمیم داری اور کتاب سے مراد تورات ہے کفار کا یہ خیال تھا کہ نبی کیلئے ضروری ہے وہ کوئی انسانی جنس کے علاوہ ہو جس کی انسان پر برتری ہو وہ کہتے تھے کہ فرشتہ ہونا چاہئے تھا یہ کس قدر جہالت ہے نبی ہوتا ہے کہ انسانوں کی قیادت کرے انسان اس کی اتباع کریں،ان جیسے اعمال اپنائیں اور یہ بات واضح رہے کہ انسان اپنے ہم جنس کی ہی اتباع کر سکتا ہے۔فرشتہ بھوک پیاس اور نفسانی خواہشات سے دور ہے انسان اس کی اتباع کیسے کرتے؟ حضور ﷺ کی ذات والاصفات انسانوں کیلئے بہترین ضابطہ حیات ہے،جس کے ذریعہ بندۂ خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ کفار کا یہ کہنا کہ رسول کسی اور مخلوق سے ہو محض ہٹ دھرمی اور جہالت ہے حضور ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے اگر وہ آپ کی رسالت کو تسلیم نہ بھی کریں تو کونسی خرابی ہوگی کچھ بھی نہیں،بڑی گواہی دینے والا اللہ ہے۔

الحمدللہ! سورۃ الرعد کا ترجمہ تشریح مکمل ہوئے،خدا کرے قرآن مقدس کا باقی حصہ بھی موت سے پہلے مکمل ہو۔(آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورۃ ابراہیم

اس سورۂ پاک میں جدّ الانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکرِ خیر ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ ابراہیم پڑا۔ اس سورۂ پاک کے نزول کا وہ وقت ہے جب کفار مکہ نے دشمنی کو زیادہ تیز کر دیا اور مکہ مکرمہ سے نکال دینے کی دھمکیوں پر اُتر آئے۔ اس سورۂ پاک میں کفار کی مختلف بیماریوں، ہٹ دھرمیوں کا ذکر ہے اس سورۂ پاک میں موسیٰ علیہ السلام کی آمد اور قوم کو سیدھی راہ پر لانے کا ذکر بھی فرمایا گیا کفار کا پہلے رسولوں کے ساتھ بد اخلاقی دشمنی کا ذکر بھی فرمایا گیا یہ انداز حضور ﷺ کو اطمینان دلانے کیلئے ہے۔ اس سورۂ پاک میں کفار کو متنبہ کرنے کیلئے آخرت کے عذاب کا نقشہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں اور عذاب سے بچیں۔ اس سورۂ پاک میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے حالات کا ذکر خیر بھی ہے ان التجاؤں اور دعاؤں کا بھی ذکر ہے جو آپ نے مکہ کے شہریوں کیلئے اپنی اولاد کیلئے فرمائیں۔ سیدنا اسماعیل اور حضرت ہاجرہ علیہما السلام کو کعبہ کے قریب ٹھہرا کر ہونے والی دعا کا ذکر ہے ''رب انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی ذرع عند بیتک المحرم'' اے اللہ! میں نے اپنی اولاد کو تیرے گھر کے قریب ٹھہرایا ہے کہ وہ تیری عبادت کریں۔

سورۂ رعد اور اس سورۃ میں مناسبت اور ربط واضح ہے، سورۃ الرعد کی آخری آیہ پاک میں کتاب قرآن کریم کا ذکر ہے اس سورۃ کے شروع میں نزول قرآن کا ذکر ہے۔ یہ سورۂ پاک مکی ہے اس کی ۵۲ آیات اور ۷ رکوع ہیں۔

سورۃ ابراہیم ۱۴ مکیۃ ۷۲ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — آیاتہا ۵۲ رکوعاتہا ۷

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے

الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﳔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِۙ ① اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ وَ وَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِۙ ② الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًاؕ اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ③

صدق اللہ العظیم

الٓـرٰ، یہ وہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا تا کہ آپ ان کے رب کی توفیق سے لوگوں کو کفر کے اندھیروں سے اسلام کی روشنی کی طرف لائیں اس کے راستہ کی طرف جو بہت غالب ہے اور بہت حمد کیا ہوا ہے (۱) اللہ جس کے قبضہٴ قدرت میں تمام آسمانوں اور تمام زمینوں کی چیزیں ہیں اور کفار کیلئے سخت عذاب کی بربادی ہے (۲) جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ بہت دُور کی گمراہی میں ہیں (۳)

تفسیر

الف، لام، را: یہ حروف مقطعات ہیں جو خدا اور مصطفیٰ کے درمیان راز ہیں۔ اِس آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کے اُتارنے کے فلسفہ کو واضح فرمایا جارہا ہے، اے محبوب! (ﷺ) ہم نے تیری طرف قرآن کو اس لئے اُتارا ہے کہ آپ اُن کے رب کی توفیق سے اُنہیں کفر کے اندھیروں سے نکال کر نورِ اسلام کی طرف لائیں اور عزیز حمید رب ذوالجلال کی راہ دکھائیں۔ حضور ﷺ کا لوگوں کو حق کی راہ دکھانا کئی صورتوں سے ہے، قرآن حکیم سُنا کر بلائیں قرآن مقدس کی تلاوت بہت بڑا مقصد ہے، قرآن پاک کی تلاوت ہی

بندے کو گمراہی سے بچاتی ہے بہتر صورت یہ ہے کہ معانی بھی سمجھتا ہوتا ہم اگر ایسا نہیں تو تلاوت بھی عظیم نعمت ہے جن لوگوں نے کہا بغیر معنیٰ سمجھے تلاوت بے فائدہ ہے اُنہوں نے غلط کہا بلکہ قرآن پاک کی تلاوت اُسے دیکھنا، پڑھنا ثواب ہی ثواب ہے۔

یا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اندازِ تبلیغ سے لوگوں کو قریب کریں، تبلیغ دین کا بڑا اہم کام ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''بلّغو عنی ولو آیه'' میری طرف سے پہنچاؤ وہ ایک آیہ ہی کیوں نہ ہو' اپنے اعمال مبارکہ کے ذریعہ سے راستہ دکھائیں، کفریہ عقائد کے اندھیروں سے نورِ ایمان کی طرف دعوت دیں آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے قرآن حکیم کی سمجھ بغیر مصطفیٰ ﷺ کے ناممکن ہے، نبی کریم ﷺ کی ہدایت کو اللہ تعالیٰ نے ''باذن ربھم'' کے ارشاد سے اپنی اجازت اور توفیق سے مقید فرمایا ہے۔ ایمان اسلام وہی شخص قبول کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، اے محبوب! آپ اس کی تلاوت کر کے لوگوں کو اس کا معجزہ ہونا بتائیں انہیں اس کتاب کی حقانیت اور صداقت کی طرف توجہ دلائیں جب لوگ قرآن مقدس کے لاجواب ہونے پر غور کریں گے تو آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں گے۔ ''باذن ربھم'' کے ارشاد سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو آیات کریمہ سے نتیجہ لیتا ہے اور بندہ حق کی راہ سے بھٹک جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ عقل سلیم سے کام لے اور اچھائی برائی میں فرق کرے یہی توفیق ہے ایسا ہوتا ہے تو پیچیدہ راہیں صاف نظر آنے لگتی ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات مبارکہ میں عزیز و حمید کا ذکر بتاتا ہے کہ اسی ذات مبارکہ کا راستہ ہی حق ہے سیدھا ہے افضل و اعلیٰ ہے جو عزیز و حمید ہے (ان دونوں صفات کو اسم ذاتی اللہ سے پہلے لانے میں راز یہ ہے کہ جس ذات کی طرف لے جاتی ہے وہ قوی بھی ہے غالب ہے ہر حمد کا مستحق بھی ہے) یہ صراط مستقیم ہے، فرمایا گیا اللہ ہی کیلئے زمین و آسمان کی چیزیں ہیں وہی مالک و خالق ہے کسی لات منات عزیٰ کو اس کے قبضہ ملک میں کوئی دخل نہیں۔ فرمایا کفار کیلئے سخت عذاب ہے جو کفر و شرک کی وبا سے بیمار ہیں۔

آیہ مبارکہ سے یہ واضح ہو رہا ہے عبادت کروانے کا حق صرف اور صرف اسی ذات کو ہے جو زمین و آسمان کی مالک ہے کفار کی ایک حالت کو اس طرح فرمایا گیا ہے یہ لوگ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور یہ بہت دور کی گمراہی ہے ایسے لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں لوگوں کو بہکانے کیلئے اسلام سے بدظن کرنے کیلئے اسلامی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ دنیوی زندگی پر خود فریفتہ ہیں لوگوں کو فریفتہ کرتے ہیں سیدھی راہ سے لوگوں کو ہٹاتے ہیں یہ لوگ اپنی گمراہی میں بہت دور تک جا پہنچے ہیں کہ اَب اُن کا راہ پر آنا مشکل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۚ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٥﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے ہر رسول کو اُس کی قوم کی زبان میں ہی بھیجا ہے تا کہ وہ اُنہیں بیان کر سکے پھر اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے وہ بہت غالب اور بڑی حکمت والا ہے (۴) اور بے شک ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لاؤ اوران کو اللہ کے دِنوں کی یاد دلاؤ بیشک اس میں بہت صبر کرنے والے بہت شکر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں (۵)

تفسیر

کفار نے قرآن حکیم کے عربی زبان میں اُترنے پر اعتراض کیا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تا کہ قوم کو سمجھنے سمجھانے میں دقت نہ ہو۔ حضور ﷺ کے سب سے

پہلے مخاطب عرب ہی تھے اِس لئے قرآن مقدس عربی زبان میں نازل ہوا کہ عرب استفادہ کرسکیں۔عربی زبان فرشتوں کی زُبان ہے لوح محفوظ بھی عربی زبان میں ہے جنتیوں کی زبان عربی ہے۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے میں عربی ہوں قرآن عربی ہے اور جنتیوں کی زبان عربی ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام آسمانی کتابیں عربی زبان میں اُتریں پھر جبریل علیہ السلام نے قومی زبان میں ترجمہ کرکے پیش کیا۔

قرآن مقدس کے واضح کھلے ارشادات کوانہوں نے پسِ پُشت ڈالا اوراس دعوت حق میں غور وفکر کرنا ہی پسند نہ کیا اسی باعث وہ گمراہی کے گڑھے میں گر گئے ''اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے'' کا یہی معنی ہے کہ انہوں نے سوچ وفکر سے کام نہ لیا، اُن کی صلاحیتیں برباد کردی گئیں جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جو لوگ اپنی صلاحیتیوں کو بروئے کار لاتے ہیں سوچ وفکر سے کام لیتے ہیں ان کیلئے ہدایت کی راہیں کھول دی جاتی ہیں اور وہ بہت غالب ہے بڑی حکمت والا ہے۔

ہر رسول کسی ایک قوم کی طرف مبعوث ہوا مگر ہمارے رسول کریم ﷺ پوری انسانیت کی طرف بھیجے گئے۔اس نظریہ کوقرآن مقدس نے اس طرح بیان کیا ہے''**قل یایھا الناس انی رسول الله الیکم جمیعا**'' آپ کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔آپ صرف انسانیت کیلئے ہی نہیں بلکہ جنات کے بھی رسول ہیں، حضور ﷺ کا ارشاد واضح دلیل ہے''**اُرسلت الی الخلق کافه**'' میں پوری مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں'' معنیٰ یہ ہوا کہ آپ پوری کائنات کے رسول ہیں اس میں تمام حیوانات، جمادات، نباتات شامل ہیں۔سیدنا علی المرتضٰی فرماتے ہیں میں حضور ﷺ کے ساتھ تھا آپ کے سامنے جو پہاڑ، درخت آتا حضور ﷺ کو اس طرح سلام عرض کرتا''**السلام علیک یارسول الله**''

بخاری ومسلم کی روایت کردہ وہ حدیث اس پر مزید شاہد ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں ☆ ایک ماہ کی مسافت پر میرا رُعب طاری کرکے میری

مدد کی گئی ☆پوری روئے زمین کو میرے لئے مسجد بنایا گیا جہاں بھی نماز کا وقت ہو گیا پڑھ لی جائے گی ☆مال غنیمت مجھ پر حلال کیا گیا پہلے کسی کیلئے حلال نہیں تھا ☆پہلے ہر نبی صرف قوم کی طرف مبعوث ہوا مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو کفر وشرک کے اندھیروں سے نکال کر حق وصداقت کے نور کی طرف لے جائیں اور ان کے دلوں کو اللہ کی یاد دلائیں۔موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر قرآن مقدس نے اس طرح فرمایا"**ولقد آتینا موسیٰ تسع آیات**"موسیٰ علیہ السلام کو۹ معجزات عطا ہوئے۔

ہمارے رسول پاک ﷺ کے معجزات کے بارہ میں اس طرح ذکر ہے ۔ فتح الباری،ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں حضور ﷺ کے معجزات کی تعداد۳ ہزار ہے۔الجواب الصحیح میں ابن تیمیہ نے لکھا آپ کے معجزات کی تعداد دس ہزار ہے، جی لگتی بات تو یہ ہے کہ آپ کے معجزات کی تعداد شمار سے باہر ہے آپ کی زندگی کا ایک ایک عمل معجزہ ہے، عادات مبارکہ معجزات ہیں ، اوصاف حمیدہ معجزات ہیں اب اُتاری گئی کتاب قرآن مقدس کا ایک ایک حرف معجزہ ہے۔ابن تیمیہ کی یہ بات بڑی حسین ہے" **آیات لنبوۃ و براھینھا تکون فی حیات الرسول و قبل مولدہ و بعد مماتہ لا تختص لحیاتہ** "(الجواب الصحیح ص۲۴۹) آیات ومعجزات صرف آپ کی ۶۳ سالہ حیات طیبہ کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ ولادت سے قبل اور وفات کے بعد بھی ظاہر ہوتی ہیں"۔

موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا قوم کو ایام اللہ یاد کرائیں ۔ ایام اللہ سے مراد یا تو وہ ایام ہیں جو سخت آزمائش اور دُکھ کے دن تھے،فرعون کی غلامی کے دن یا وہ دن مراد ہیں جن میں موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں کو سزا ملی ۔ابی بن کعب حضرت مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں، ان نشانیوں کے ساتھ صبر اور شکر کا ذکر ہے بتاتا ہے صبر اور شکر انعامات الٰہیہ میں سے عظیم انعام ہیں جسے نصیب ہوں۔

یہاں مومنین مراد ہیں اللہ کے مقبول بندے دُکھ آنے پر صبر کرتے ہیں راحت ملنے پر شکر کرتے ہیں اللہ ہم سب کو یہ صفات عطا فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰى لِقَوۡمِهِ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ اَنۡجٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ وَيُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ‌ ؕ وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَاۤءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ﴿۶﴾ وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكُمۡ لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ‌ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ ﴿۷﴾ وَقَالَ مُوۡسٰۤى اِنۡ تَكۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَـغَنِىٌّ حَمِيۡدٌ ﴿۸﴾

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہیں فرعون کے غلاموں سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب پہنچاتے تھے اور وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی (۶) اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان فرما دیا تھا کہ اگر تم نے شکر کیا تو میں زیادہ دوں گا اگر تم نے ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب ضرور سخت ہے (۷) اور موسیٰ نے کہا اگر تم اور ساری زمین کے لوگ ناشکری کرو تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے اور حمد کیا ہوا ہے (۸)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں ان بندوں کا ذکر تھا جو صبر و شکر کرتے ہیں ان آیات میں صبر و شکر کی فضیلت فرمائی گئی ہے، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب اس واقعہ کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے بنی

اسرائیل سے فرمایا تھا قوم! اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کے شکر گزار بندے بنو اللہ کی طرف سے قوم پر نعمت اُس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے قوم کو فرعون کے ظلم سے بچایا فرعون بنی اسرائیل پر ظلم کرتا تھا مشکل سے مشکل کام لیتا تھا، تمام مردوں عورتوں کو غلام بنایا تھا کوئی بھی اسرائیلی کسی قبطی سے اونچی بات نہ کرسکتا تھا سب اسرائیلی دبے ہوئے تھے معمولی باتوں پر سخت سزائیں ہوتی تھیں، جرم قبطی کرتا مگر سزا اسرائیلی کو ملتی، بنی اسرائیل پر یہ مظالم اس لئے ہوتے تھے کہ فرعون سے بتایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کی تباہی کردے گا اسی خطرہ کے پیش نظر بنی اسرائیل میں ہونے والے لڑکوں کو قتل کردیا جاتا تھا اور بچیوں کو زندہ رہنے دیا جاتا تھا کہ وہ بچیاں بڑی ہو کر لونڈیوں کا کام دیں اس صورتحال میں رب کی طرف سے ایک بڑی آزمائش تھی خواتین بڑھتی گئیں مرد کم ہوتے گئے ان کی بیاہ شادیوں کا مسئلہ پریشان کن تھا۔ بنی اسرائیل اس وقت کو بھی یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بات بتادی تھی کہ اللہ کی رحمتوں کا شکر ادا کرو گے تو تم پر زیادہ انعام کروں گا اگر تم نے ناشکری کی تو پھر میرا عذاب سخت ہے نعمت الٰہیہ کو پہچاننا، نعمت دینے والے کی عزت و تعظیم کرنا شکر ہے۔

یہاں پر کفر کا معنیٰ ناشکری ہے معلوم ہوا ناشکری ایسا بُرا گناہ ہے جسے قرآن کریم نے کفر کے لفظ سے ذکر فرمایا، ناشکری اللہ تعالیٰ سے بغاوت کی جسارت ہے اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔ قرآن مقدس فرماتا ہے ''اعملوا آل داؤد شکرا و قلیل من عبادی الشکور'' اے آل داؤد شکر کرو میرے بندوں میں شکر ادا کرنے والے کم ہیں۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو گناہوں میں صَرف نہ کرنا شکر ہے اس کی نعمتوں کا اقرار کرنا شکر ہے، موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے فرمایا اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ مل کر ناشکری کرو تو اللہ بے پرواہ ہے اور حمد کیا گیا ہے۔

شکر اور ناشکری کے نتیجہ کو بیان فرمادیا گیا، شکر سے نعمت بڑھتی ہے ناشکری سے سخت گرفت ہوتی ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر ساری روئے زمین کے لوگ بھی ناشکری کرنے لگ جائیں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں وہ تو حمد کا مستحق ہے سارے فرشتے ساری کائنات اُس کی حمد کرتی ہے جس طرح شکر انعام

بڑھنے کا سبب بنتا ہے ایسے ہی ناشکری نعمت گھٹنے اور بربادی کا سبب بنتی ہے۔

سیدنا داؤد علیہ السلام نے بارگاہ قدس میں عرض کی اے اللہ! میں تیرا شکر کس طرح ادا کروں؟ زبان بھی تو تیری ہی دی ہوئی ہے جواب ملا داؤد تو نے شکر کی فضیلت کو پالیا تو میرا شکر ادا کرلیا۔ تفسیر مظہری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل ہے حضور ﷺ نے فرمایا ایمان کے دو حصے ہیں، آدھا صبر ہے اور آدھا شکر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﱠ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﱠ لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ۹

صدق اللہ العظیم

کیا تمہارے پاس تم سے پہلے لوگوں کی خبریں نہیں آئیں نوح کی قوم اور عاد وثمود کی اور اُن کے بعد کے لوگوں کی جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے پاس ان کے رسول دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھ دئے اور کہا ہم اس پیغام کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے اور جس دین کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو ہم اس کے متعلق سخت شک میں مبتلا ہیں (۹)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر انعامات کا ذکر ہوا ان آیات میں جن قوموں پر عذاب آیا ان کا ذکر ہے۔ نوح، ہود اور صالح علیہم السلام کی قوم ثمود پر عذاب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ نوح عاد، ثمود کے بعد کی قوموں کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ ان قوموں کی عملی حالت کو اس طرح

فرمایا گیا جب رسول ان کے پاس دلائل لے کر آئے تو انہوں نے اپنے مونہوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

اس آیہ کا مفہوم حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے غیض وغضب سے اپنی انگلیاں کاٹ لیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک معنی اور بھی کیا ہے جب رسول اللہ ﷺ انہیں پیغام الٰہی پہنچاتے تو وہ آپ کی بات کو رد کرنے کیلئے اپنی انگلیاں اپنے منہ پر رکھ کر اشارہ کرتے کہ بس آپ چپ رہیں ہم سے ایسی باتیں نہ کریں۔

آیہ مبارکہ میں نوح، عاد، ثمود کے بعد کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ بعد والوں کو اللہ کے بغیر کوئی جانتا ہی نہیں اس سے پتہ چلتا ہے نسبیں بیان کرنے والے لوگ غلطی پر ہیں کہ اُن ہزاروں کی کیفیت کو تو اللہ کے بغیر کوئی جانتا ہی نہیں انہیں کیسے پتہ چل گیا ''من بعد ہم'' کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قوم لوط قوم دین قوم تبع ہے اور **لا یعلمهم** سے مراد ان کی گنتی کو اللہ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ صاحب روح البیان اسی مقام پر فرماتے ہیں ''**لا یعلمهم** '' کی نفی میں حضور ﷺ داخل نہیں کہ اللہ کے حبیب تو ''**ما کان و ما یکون**'' کو جانتے ہیں جو کچھ تھا جو کچھ ہوگا اللہ کی عطا سے حضور ﷺ اس کے عالم ہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں کفار کے انکار وشک کا ذکر فرما دیا گیا کفار نے کہا جس رسالت نبوت حسن و صداقت ایمان خلوص، دیانت، حقانیت، حلال وحرام کے مسائل توحید کا ذکر وحی کی باتیں جو آپ ہمیں سناتے ہیں ہم اس کے بارہ میں شک کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔ حق وصداقت کے خلاف شروع میں آوازیں اُٹھتی ہیں مگر بالآخر دلائل کے سامنے صداقت کے اُصولوں کی کامیابی دیکھ کر باطل دب جاتا ہے اور حق اُبھر آتا ہے۔ اسلامی تاریخ اس کی شاہد ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ
لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا
عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ
مُّبِيْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ
نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا
كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ
اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪

صدق اللہ العظیم

اُن کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے متعلق شک ہے؟ جو تمام زمینوں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے وہ تمہیں اس لئے بلاتا ہے کہ بعض تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور موت کے مقرر وقت تک تمہیں عذاب سے مؤخر رکھے انہوں (کفار) نے کہا تم تو ہماری طرح بشر ہو تم تو ہمیں ان معبودوں سے روکنا چاہتے ہو جس کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ (۱۰) اُن سے اُن کے رسولوں نے کہا ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لائیں اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے (۱۱)

تفسیر

ہر نبی نے اپنے اپنے زمانہ کے کفار کی ضد، سختی، ہٹ دھرمی کو دیکھ کر کہا، کیا اُس اللہ کے بارے میں شک کرتے ہو؟ یا وجود باری کا انکار کرتے ہو؟ یا اس کی توحید میں شک کرتے ہو جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ تمہاری اس سرکشی کے باوجود تمہیں ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے وہ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ

رات کو اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ ان میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرے۔ اللہ رب العزۃ کا یہ عمل قیامت تک جاری رہے گا ایک اور حدیث پاک میں ارشاد ہے حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اپنی گمشدہ سواری مل جائے تو جتنی خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو تمہاری توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ چاہے تو بغیر توبہ کے بھی گناہ بخش دیتا ہے۔

وہ چاہتا ہے کہ تمہیں آخر وقت تک مہلت دے اور اپنی عمر میں تم زیادہ سے زیادہ اچھے کام کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گناہوں کی بخشش لمبی عمر کی عطا کے بعد کفار کی دوسری سرکشی کا ذکر فرمایا گیا ہے انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے کہا تم بھی تو ہم جیسے بشر ہی ہو تم تو چاہتے ہو ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے راستہ سے ہٹا دو اور ہمیں اس عبادت سے روکنا چاہتے ہو جس کو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں اپنی نبوت پر کوئی ایسی واضح دلیل لاؤ جسے ہماری عقلیں تسلیم کریں یہ معجزات جو تم دکھاتے ہو جادو بھی ہو سکتا ہے (معاذ اللہ)

کفار کے اس گستاخانہ کلام پر کہ تم بھی تو ہم جیسے ہی ہو چلنا پھرنا کھانا پینا سونا جاگنا سبھی کچھ ہماری طرح ہے تو انبیاء علیہم السلام نے کہا ہم دنیوی معاملات میں تمہاری طرح ہی ہیں نہ جن نہ فرشتے نہ کوئی اور مخلوق۔ بشریت میں مساوی ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی کو نبوت سے خاص کر لیا جائے وہ جسے چاہے فضل سے نواز دے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس پر احسان فرما دیتا ہے اُسے اپنے برگزیدہ، پسندیدہ، ممتاز بنا کر نواز لیتا ہے تم نے ہمارے ظاہر کو دیکھا مگر اللہ تعالیٰ کا وہ کرم تمہاری نظروں سے اوجھل ہو گیا جس کے باعث کائنات پر فضیلت ملی۔ اس فضیلت منصب نبوت سے فرشتے محروم رہ گئے ہم نواز دیئے گئے، انبیاء علیہم السلام نے کہا ہم اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی دلیل نہیں لا سکتے اور توکل کرنے والے مومنین کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ انبیاء علیہم السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے بارہ میں یقین دلانے کیلئے عقلی دلیل دی کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی شئ بھی بغیر صانع کے وجود میں نہیں آتی تو اتنی بڑی کائنات بغیر صانع کے کیسے بن گئی۔ قرآن مقدس فرماتا ہے اگر اُن سے پوچھیں کہ زمین و آسمان کو کس نے بنایا چاند سورج کو کس نے مسخر

کیا تو کہیں گے اللہ نے، پھر یہ کہاں بہک رہے ہیں اللہ کو خالق مانتے تھے تو مشرک اُس وقت ٹھہرے جب بتوں کو خدا کا شریک ٹھہرالیا اُن کی عبادت شروع کردی اپنے باپ دادا کی غلط راہ پر چل گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۚ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾

اور ہم اپنے اللہ پر بھروسہ کیوں نہ کریں حالانکہ اس نے کامیابی کی راہیں دکھائی ہیں اور ہم تمہاری تکلیف رسانیوں پر ضرور صبر کریں گے اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنے والوں کو توکل کرنا چاہیے (۱۲) اور کفار نے اپنے رسولوں سے کہا (جو انہیں حق بتانے آئے) ہم تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے یا تمہیں ہمارے دین میں آنا ہوگا پس ان (رسولوں) کی طرف ان کے رب نے وحی بھیجی ہم ظالموں کو ہلاک کردیں گے (۱۳) اور تمہیں ان کی بربادی کے بعد ان کے ملک میں ٹھہرائیں گے اور یہ اللہ کا وعدہ اس شخص کیلئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور میری وعید (دھمکی) سے ڈرتا ہے (۱۴)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کی سرکشی اور گستاخیوں کا ذکر تھا کہ انبیاء علیہم السلام سے کہا کہ تم ہماری طرح ہی ہو، نبی کیسے ہوگئے؟ اِن آیات میں کفار کی گستاخیوں پر انبیاء علیہم السلام کے حوصلہ، تحمل، صبر شکر کا

ذکر ہے۔انبیاء علیہم السلام نے کہا ہم اللہ پر بھروسہ کیوں نہ کریں جبکہ اس نے ہمیں حق کی راہیں دکھا دیں اور منزل مقصود تک پہنچا دیا ہے ہمارے توکل علی اللہ میں پہلی بات یہ ہے کہ تمہاری طرف سے آنے والی مصائب ومشکلات پرصبر کریں گے ہر وہ بندہ جو توکل کرنا چاہتا ہے اور متوکل بننے کی تمنا رکھتا ہے اُسے اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنا چاہئے۔صوفیاء نے توکل کے ذکر میں فرمایا ہے،رب قدوس کی عبادت میں لگا رہے، خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکرادا کرتا رہے،مشکلات ومصائب میں صبر سے کام لے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی محبت بھری باتیں سُننے کے بعد بھی کفار نے حسب سابق گستاخیاں کیں اور کہا ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ،شعیب علیہ السلام کی قوم نے نہایت سخت رویہ اختیار کیا اور نکالنے کا اعلان کیا اور کہا شعیب تیری تبلیغ سے ہم پریشان ہیں۔''لتعودن'' کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ تم پہلے کی طرح خاموش رہو، جاؤ وعظ ونصیحت کی باتیں چھوڑ دو، ورنہ ہم تمہیں نکال دیں گے، کفار کو غلطی ہوئی کہ نبوت کے اعلان سے پہلے انبیاء کی خاموشی ان کے ملک کی تائید تھی اور اعلان نبوت کے بعد یہ سمجھے ہمارے دین سے نکل گئے ہیں حالانکہ وہ اعلان نبوت سے پہلے بھی مشرکین کی ملت میں شامل نہ تھے نبی ہمیشہ ہی معصوم ہوتا ہے۔

کفار کی اس دھمکی کے جواب میں رب قدوس جل مجدہ نے فرمایا وحی نازل کی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کردیں گے بس ان کی اُجڑی اور برباد بستیاں بطور نشان دی جائیں گی ان کے بعد ہم تمہیں آباد کریں گے اور یہ تمہاری آبادی عزت غلبہ عظمت سے ہوگی۔اس عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا''ان الارض یرثھا عبادی الصالحون''زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

یہ کامیابی ان تمام لوگوں کیلئے ہے جو قیامت کے دن اللہ کے حضور حاضر ہونے سے ڈرتے ہیں اور یہ خوف اُنہیں میری نافرمانی سے روکتا ہے،انبیاء علیہم السلام کی نرم کلامی وحی کے ذریعہ انبیاء کو تسلی دینے پر بھی یہ سرکش کہتے رہے تم عذاب کا وعدہ کرتے تھے لاؤ نہ وہ عذاب کہاں ہے؟ بالآخر یہ ضدی لوگ اپنے مشن

میں ناکام ہوئے اور جو فتح چاہتے تھے اس میں نامراد ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

صدق اللہ العظیم

اور انہوں (رسولوں) نے حق کی فتح کیلئے دُعا کی اور سرکش حق کا باغی نامراد ہو گیا (۱۵) اس (بربادی) کے بعد جہنم ہے اور اُسے خون اور پیپ کا پانی پلایا جائے گا (۱۶) وہ بمشکل ایک ایک گھونٹ پئے گا اور حلق سے نیچے نہ اُتار سکے گا اور اس کے پاس ہر طرف سے موت آئے گی اور وہ مرے گا نہیں (عذاب میں رہے گا) اور اس کے پیچھے ایک اور سخت عذاب ہوگا (۱۷) اپنے رب کا انکار کرنے والے لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ ان کے اعمال راکھ کا ڈھیر ہیں جسے سخت ہوا تیزی سے سخت آندھی کے دن اڑا لے گئی اور اپنے کمائے اعمال سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا اور یہ (اعمال کی بربادی) بہت بڑی گمراہی ہے (۱۸)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں انبیاء علیہم السلام اور ایمانداروں کی عظمت کا ذکر تھا ان آیات مقدسہ میں کفار کی رُسوائی اور ذلت کا ذکر ہے۔ آیہ کریمہ میں ذکر ہے انہوں نے فتح مانگی اور سرکش نامراد ہو گیا۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے کفار سے مایوسی کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنی فتح کی دعا کی جو قبول ہو گئی اور سرکش

لوگ برباد ہو گئے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کفار مکہ نے فتح مانگی کہ مباہلہ کے وقت کہا اگر وہ نبی سچا ہے تو ہم پر عذاب آئے، اگر ہم سچے ہیں تو یہ نبی فوت ہو جائے۔ یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور مومنین نے فتح کی دعا مانگی اور کافروں نے اپنے غالب ہونے کی دعا کی نتیجہ یہ ہوا کہ کفار رُسوا ہو گئے انہیں دنیا میں رُسوائی ذلت ملی قبر، حشر، جہنم کی سزا موت کے بعد ہو گی جہنم میں پینے کو خون اور پیپ کی سزا ملے گی۔ (یہ اہل دوزخ کی کھالوں اوران کے گوشت سے بہتا ہوا خون اور پیپ سے ملا ہو گا) گھونٹ نیچے نہیں اُترے گا ہر طرف سے موت کا غلبہ ہو گا مگر مریں گے نہیں کہ انہیں اسی طرح سزا ملتی رہے گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جسم کے ہر بال سے موت گھیر لے گی، ابن جریج فرماتے ہیں روح اس کے نرخرہ تک پہنچ کر رُک جائے گی اور اس کے منہ سے نہیں نکلے گی حتی کہ وہ مر جائے اور نہ واپس جائے گی تا کہ اس کو راحت ملے۔ اس کے بعد سخت عذاب بھی ہے۔

کفار کی مثال اس راکھ کے ڈھیر کی طرح ہے جس پر شدت سے تیز ہوا چلے اور ایک ہی ہلکے سے طوفان سے راکھ کا ذرہ ذرہ بکھیر دے اور راکھ جمع کرنے والے کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے اسی طرح کفار بھی اپنے اعمال کو قابو میں نہ رکھ سکیں گے انہوں نے جو ساری زندگی میں اچھے کام کئے ان کے کام نہ آسکیں گے کہ کفار و منافقین کے اعمال دنیا کا دکھاوا ہے جو آخرت کو فائدہ نہ دے گا قیامت کا ایک جھٹکا ہی ان کے ذہن عقل دماغ میں دنیوی اعمال کی ساری راکھ اُڑا کے رکھ دے گا اور یہ بہت بڑی دور کی گمراہی ہے۔ کفار کے اعمال سے مراد اُن کے وہ اچھے کام ہیں مثلاً خیرات کی، مہمانوں کو ٹھہرایا، مساکین پر رحم کیا، بھوکوں کو کھلایا، ان کے کفر کی وجہ سے یہ سارے اعمال برباد ہو گئے اور کچھ کام نہ آئے انہیں اچھے کام کرنے سے دنیوی لالچ تھا سیاسی فائدے مطلوب تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہی نہ تھی تو انہیں بہتر جزا ملے ہی کیوں وہ اس کے حقدار ہی نہیں ہوں گے کہ انہیں بہتر جزا ملے ان کے اچھے کام تو تب مفید ہوتے اگر حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کر لے، شرک و کفر سے تائب ہو جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ
وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۹﴾ وَّ مَا ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ﴿۲۰﴾ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ
جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ
اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ
اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ
مِنْ شَیْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ
لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَجَزِعْنَاۤ
اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۲۱﴾

صدق اللہ العظیم

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہی آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اگر وہ چاہے تو تمہیں برباد کر دے اور (تمہاری جگہ) کوئی نئی مخلوق لے آئے (۱۹) اور یہ اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں (۲۰) اور اللہ کے حضور سب حاضر ہوں گے تو کمزور لوگ بڑے متکبروں سے کہیں گے ہم تو تمہاری اتباع کرتے رہے کیا تم ہمیں اللہ کے عذاب سے بچا سکتے ہو تو وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم بھی تمہاری راہنمائی کرتے ہمارے لئے یکساں ہیں گھبرائیں یا صبر کریں ہمارے لئے فرار ہونے کی کوئی راہ نہیں (۲۱)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کے حالات کا ذکر تھا کہ قیامت کے دن موت وحیات کی کشمکش میں ہوں گے ہر طرف سے موت نے گھیرا ہوگا مگر مریں گے نہیں پیپ پلائی جائے گی اس آیہ مبارکہ میں ان کفار کے سربراہوں کی حالت فرمائی جارہی ہے، ارشاد ہوتا ہے اے انسان! تو نے شان خداوندی کو دیکھا نہیں کہ اس نے زمین وآسمان کو کس قدر صحیح درست بنایا وہ اللہ جس نے زمین وآسمان کو بنایا ہے وہ چاہے تو تمہیں ہلاک کر دے تمہارا نام ونشان نہ رہے اور تمہاری جگہ کسی نئی مخلوق کو لے آئے جو اس کی حمد وثناء میں لگی رہے اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر کوئی مشکل نہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ زمین وآسمان کی اتنی بڑی مخلوق کو اس نے کس قدر حکمت سے پیدا

فرمایا کہ کوئی کسی قسم کا نقص نہیں خرابی نہیں تمہیں پتہ ہے کوئی کاریگر کسی چھوٹی موٹی شئ کو بناتا ہے تو اس میں اُسے خود ہی خامیاں نقائص معلوم ہوتے ہیں تو دوبارہ بناتا ہے مگر یہاں پر ایسا قطعاً نہیں، بس بنا دیا ہے تو وہ صحیح ہے درست ہے حق ہے کسی قسم کی کمی بیشی کا تصور ہی نہیں۔

قیامت کے منظر کو اس طرح فرمایا گیا سبھی چھوٹے بڑے مومن کافر قیامت آنے پر سبھی بارگاہ قدس میں حاضر ہوں گے یہ مرحلہ سبھی پر آئے گا نہ کوئی بھاگ سکے گا نہ بچ سکے گا جب حساب کتاب مکمل ہو جائے گا ہر ایک کو جزا سزا سنا دی جائے گی تو کمزور کفار اپنے بڑے سرداروں سے کہیں گے کیا تم ہماری مدد کر سکتے ہو ہم نے دنیا میں زندگی بھر تمہاری نوکری کی خدمت کی، کہا مانا، آج اس عذاب سے بچانے کیلئے کچھ کرو تم نے کہا تھا کہ انبیاء کو نہ مانو ہم نے نہ مانا تم نے جو بھی جائز ناجائز حکم دیا مانتے رہے آج انبیاء علیہم السلام کے ماننے والے تو خوش وخرم ہیں عذاب سے نجات میں ہیں ہم بُری طرح مصیبت میں ہیں، کچھ مدد کرو تو وہ گستاخ لوگ کہیں گے اگر دنیا میں ہمیں اللہ نے ہدایت دی ہوتی تو ہم تمہیں یہی کچھ کہتے ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے اگر ہمیں دنیا میں لوٹایا جائے تو ہم تمہیں ہدایت دیں گے۔ اس آیہ مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ قیامت کے دن ایک دوسرے کی پہچان ہوگی باتیں ہوں گی۔ آیہ پاک کے آخر میں فرمایا گیا کفار کے اکابر کہیں گے اب تو کسی صورت جہنم سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں نہ اپنے کو بچا سکتے ہیں نہ بھاگ سکتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾

صدق اللہ العظیم

شیطان نے کہا بیشک اللہ نے جو تم سے وعدہ کیا تھا وہ برحق وعدہ تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا میں نے اس کے خلاف کیا تھا اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا سوا اس کے کہ میں نے تمہیں (گناہ کی) دعوت دی پس تم نے میری دعوت قبول کر لی تم مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری مشکل ٹال سکتے ہو اور تم نے مجھے اللہ کا شریک بنایا تھا میں پہلے ہی اس کا انکار کر چکا ہوں بے شک ظالموں کیلئے ہی دردناک عذاب ہے (۲۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں قیامت کے دن کفار کا اپنے سرداروں سے بات چیت کا ذکر ہے اس آیہ پاک میں شیطان کا اپنے پیروکاروں سے بات کا ذکر ہے قیامت کے دن جب ایمانداروں کو حضور ﷺ کی شفاعت سے جنت مل جائے گی اور مومن بارگاہ رب العزۃ میں سجدہ ریز ہوں گے، ایمانداروں کی اس عظمت کو دیکھ کر کفار بھی ایسی عظمت کی خواہش کریں گے مگر وہ تو بدنصیب تھے محروم رہ گئے جہنمی لوگ جو کافر ابلیس کو دیکھیں گے تو اُسے کہیں گے آج ہماری سفارش کر کہ دُنیا میں ہم تیری اتباع کرتے رہے شیطان کہے گا میں تو قید ہوں تمہاری سفارش کیا کروں گا یہ بھی کہے گا دنیا میں تم سے اللہ تعالیٰ نے وعدے کئے تھے اور میں نے بھی کئے تھے اور تم نے یہ دیکھ لیا اللہ کے سارے وعدے پورے ہو گئے اور میرے سارے وعدے غلط ہو گئے۔ان حالات میں تمہاری مدد کیا کر سکتا ہوں؟ آج میں اور تم سبھی ایک دوسرے سے زیادہ

ذلیل ہیں، تمہارا یہ کہنا کہ تم نے میری پیروی کی تھی یہ تمہاری بدنصیبی تھی میری تم پر کوئی طاقت مسلط نہ تھی ہاں صرف یہ کرتا تھا تمہارے دلوں میں وسوسے ڈالتا تھا یہ میری دعوت تھی بس تم نے میری اس دعوت کو جھٹ قبول کرلیا، اہل حق تمہیں سمجھاتے رہے مگر تم نہ مانے آج تم مجھے ملامت نہ کرو اپنی جانوں کو ہی بُرا کہو نہ میں تمہارا مددگار ہوسکتا ہوں نہ تم میرے۔ میں نے تمہیں یہ نہیں کہا کہ مجھے اللہ کا شریک بناؤ نہ میں نے تمہیں یہ کہا تھا کہ میری باتیں اللہ کی باتوں کی طرح مانو، تم نے خود ہی اپنے رب کو چھوڑا اور اپنے رسول کریم روف و رحیم سے منہ موڑا اور میں جو تمہارا دشمن ہوں میری بات کا اثر لے گئے، اب مجھے نہ کوسو اپنی بدبختی پر آنسو بہاؤ میں تمہارا ذمہ دار نہیں۔

یہ تو قیامت کے دن ہوگا اگر غور کیا جائے تو شیطان کا رویہّ واضح طور پر آج بھی یہی رنگ پیش کرتا ہے چوری ڈکیتی قتل دہشت گردی پر بندوں کو اُکساتا ہے، جو لوگ اس کے پھندے میں آ گئے اور پھر پکڑے گئے اور سزاؤں میں جکڑے گئے تو خوشی کرتا ہے اور اپنی ازلی دشمنی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا دیا گیا کہ ظالموں کیلئے دردناک عذاب مقرر ہے، شیطان صاف جواب دے گا مجھ سے نفع کی اُمید نہ رکھو دنیا میں ظلم بھی تم نے ہی کیا تھا آج بھگتو بھی تم ہی۔ شیطان کی ان باتوں سے یہ بھی واضح ہوگیا لات، منات، عزیٰ باطل معبود بھی قیامت کو کام نہ آسکیں گے کہ ان کا بڑا گرو بے بس ہے اور اپنی کمزوری کا اقرار کررہا ہے تو باقی باطل معبود کیا کرسکیں گے۔ قیامت کے دن کفار کی نجات کے سارے کے سارے طریقے بند ہوگئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَّاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾
اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً
طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ
وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا
كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ
اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾
وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ
اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا
مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾

صدق اللہ العظیم

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے کام اچھے کیئے اُنہیں ایسی جنتوں میں داخل کیا جائے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ایک دوسرے کی تعظیم میں سلام ہوگا (۲۳) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ کلمہ کی کیسی مثال فرمائی وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں (۲۴) وہ درخت اپنے رب کے اذن سے ہر وقت پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کیلئے مثال بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (۲۵) اور ناپاک کلمہ کی مثال اس ناپاک درخت کی ہے جس کو زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا گیا اس کیلئے بالکل ثبات نہیں اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو دنیا میں مضبوط کلمہ کے ساتھ ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی اور اللہ ظالموں کو گمراہ کردیتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے (۲۶)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں تھا کہ قیامت کے دن کفار مارکھا جائیں گے اور ایماندار اللہ کے فضل سے کامران ہوں

گے۔ اِس آیہ مبارکہ میں مومن اور کافر کی مثال بیان فرمائی جارہی ہے کہ اُس پاک درخت کی طرح ہے اور کافر شجر خبیث کی طرح کمزور اور ٹوٹنے والا ہے۔ فرمایا گیا وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام بھی اچھے کئے ایسے لوگوں کو ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جن میں ٹھنڈی میٹھی نہریں جاری ہونگی اور وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ایسا نہیں ہوگا کہ داخل کرنے کے بعد پھر نکال دئے جائیں جہنمیوں کو فرشتے رُسوائی اور ذلت کے ساتھ دوزخ میں پھینک دیں گے اور جنتی بڑی عزت احترام کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور بارگاہ قدس سے اعلان ہوگا اے میرے بندو! یہ جنت تمہاری ہے اس میں ہمیشہ رہو گے انہیں اللہ کی طرف سے سلام تحیۃ ملے گا فرشتوں کی طرف سے سلام ہوگا، ایمانداروں کی طرف سے سلام ہوگا مومن کی مثال شجر طیبہ سے فرمائی گئی اس کی مثال پاکیزہ درخت کی ہے۔

کلمہ طیبہ کی تفسیر میں کئی قول ہیں، اس سے مراد یا تو کلمہ طیبہ ہے ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ یا اسلام ہے یا قرآن کریم ہے۔ آیہ مبارکہ سے واضح ہے جنت جانے کیلئے ایمان اور عمل صالح دونوں کا ہونا لازمی ہے جو لوگ صرف ایمان کو ہی جنت کیلئے کافی سمجھتے ہیں غلطی پر ہیں۔ اعمال صالحہ نہ ہوں تو بدعملی کی سزا لازمی ہوگی سزا بھگتنے کے بعد ایمان کی دولت سے جنت ملے گی، اعمال صالح کی فہرست میں عبادت، اخلاص دیانت، شرافت، حقوق العباد، معاملات حسن سلوک ایسی سبھی باتیں شامل ہیں، ایسے ہی مومن کے شجر طیب ہونے کی مثال ہے، پھل میٹھا ہے خوشبو مہکتی ہے چھاؤں گھنی ہے انسانیت کیلئے مفید ہے اس درخت کی جڑیں گہری ہیں کوئی آندھی طوفان گرا نہیں سکتا، شاخیں آسمان تک پہنچی ہیں کوئی کاٹ نہیں سکتا۔

کافر کی مثال خبیث درخت سے فرمائی گئی جس کا سایہ نہیں پھل ہے ہی نہیں یا تو کڑوا ہے بدبودار ہے کوئی کھانے کو پسند نہیں کرتا، ایسا درخت جو انسانیت کیلئے نقصان دہ ہے پریشان کن ہے یہ کافر ہے جس کا وجود بے شمار مصیبتوں کا گھر ہے ’’ما لھا من قرار‘‘ کے ارشاد نے بتایا اسے کوئی زمین پر ٹھہرنے نہیں دے گا یہ درخت بدشکل بھی ہے بدبودار بھی ہے کانٹے والا ہے جھاڑی جیسا ہے۔ شجر طیب خدا اور مصطفی ﷺ

کی نظر میں پسندیدہ ہے، شجر خبیث خدا اور مصطفی کیلئے قابل نفرت ہے۔

مومن کی مثال کلمہ طیبہ سے ہے اس میں ایمان ہے یہ مضبوط ہے شجر طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے ہمیشہ ہرا بھرا سرسبز رہتا ہے بڑے سے بڑے طوفانوں میں بھی سلامت رہتا ہے۔ ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا ایک ایسا درخت بھی ہے جو مرد مومن کی مثال ہے، بتاؤ وہ کون سا ہے؟ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے دل میں یہ بات آئی کہ کہہ دوں کھجور ہے مگر صحابہ میں کم عمر ہونے کی وجہ سے ہمت نہ کر سکا پھر خود ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''وہ کھجور ہے''۔

مومن کی مثال اس درخت سے فرمانے کی کلمہ طیبہ میں ایمان اس کی جڑ ہے جو بہت مضبوط ہے دنیا کے حوادث اُسے ہلا نہیں سکتے۔ ایمان وہ شاندار شئی ہے جس کے مقابلہ میں لوگ مال جان قربان کر دیتے ہیں ایمان بچا لیتے ہیں ایک وجہ یہ بھی ہے جیسے کھجور کے درخت کی شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں مومن کے ایمان کے ثمرات بھی آسمان کی طرف اُٹھائے جاتے ہیں ایک وجہ یہ بھی ہے جیسے کھجور کا پھل ہر وقت ہر موسم میں کھایا جاتا ہے مومن کے اعمال صالحہ بھی ایسے ہی ہر موسم ہر حال میں صبح وشام جاری ہیں ایک وجہ یہ بھی ہے جیسے کھجور کے درخت کی ہر شئی کارآمد ہے۔

کفار کی مثال شجرۂ خبیثہ سے دی گئی، جیسے کلمہ طیبہ سے مراد ''لا الہ الا اللہ'' ایمان ہے ایسے ہی کلمہ خبیثہ سے مراد کفر ہے، شجرۂ خبیثہ سے مراد حنظل لیا گیا ہے لہسن بھی۔ اس شجرۂ خبیثہ کا حال قرآن مقدس نے بیان کیا ہے اس کی جڑیں زمین کے اندر زیادہ نہیں ہوتیں جب کوئی چاہے اس کو زمین سے نکال سکتا ہے، '' اجتثت من فوق الارض'' کے یہی معنیٰ ہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو دنیا، قبر حشر میں ثابت قدم رکھتا ہے کس قدر صحابہ کے حیران کن واقعات ملتے ہیں، بلال کس قدر ثابت قدم رہے۔ حضرت سہل بن عمار فرماتے ہیں میں نے یزید بن ہارون کو ان کی موت کے بعد دیکھا اور قبر کا حال پوچھا تو فرمایا میرے پاس نکیرین آئے

سوالات کیئے میں نے اپنی سفید داڑھی کو پکڑ کر کہا ایسے شخص سے سوالات کرتے ہو میں اسی (۸۰) سال تک لوگوں کو یہی سوالات جوابات سکھاتا رہا، یہ ثابت قدمی کا ایک نمونہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۗ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾

صدق اللہ العظیم

اللہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں حق پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کرتا ہے (۲۷) کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف دیکھا نہیں جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کو ناشکری میں بدل دیا تھا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جہنم میں اُتارا (۲۸) یہ سب اس میں داخل ہوں گے اور (وہ) بہت بُرا ٹھکانہ ہے (۲۹) انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے تا کہ لوگوں کو اس کی راہ سے ہٹائیں آپ انہیں کہہ دیجئے کچھ وقت فائدہ اُٹھا لو تمہارا انجام آگ کی طرف ہے (۳۰)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ایماندار کو شجرہ طیبہ فرمایا گیا اب اس آیہ پاک میں ایماندار کی عظمت کو فرمایا گیا کہ اللہ ایمان والوں کو (اس شجر طیب کو) دنیا اور آخرت میں ثابت وقائم رکھتا ہے اور ظالموں (کفار) کو گمراہ کر دیتا ہے یہ اس کی قدرت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کفار کے دوزخ میں جانے کے ذکر سے فرمایا جا رہا ہے یہی کفار ہی شجر خبیثہ ہیں جو دوزخ میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت ''ثابت قدمی'' سے ہی میرے پرانوار وتجلیات کا ورود ہوتا ہے دنیا میں بھی ثابت قدمی مجھے روحانی بلندیوں سے ہمکنار کرتی ہے اسی ثابت قدمی سے بندہ ظلم وستم کے پہاڑوں کو برداشت کرلیتا ہے اسی استقامت سے سکون واطمینان نصیب ہوتا ہے اور کسی بھی مشکل سے مشکل مرحلے پر پاؤں مین لغزش نہیں آتی۔ سیدنا بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کئی اور صحابہ کے واقعات اس ثابت قدمی پر واضح دلائل ہیں۔ کفار کی طرف سے ظلم وستم کی کوئی کمی نہ رہی مگر ثابت قدمی میں فرق نہیں آیا۔ آج بھی مختلف مقامات پر مسلمانوں سے انتہائی ظالمانہ سلوک کیا جا رہا ہے مگر اللہ کے فضل سے وہ ثابت قدمی مدد کر رہی ہے۔ اسی ثابت قدمی کو قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر استقامت کے ارشاد سے ذکر فرمایا ہے ''ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقامو ... ''جن لوگوں نے کہہ دیا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس قول پر پکے رہ گئے تو ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں خوف نہ کرو غم نہ کرو یہ فرشتے زندگی بھر ان پر موقعہ بموقعہ اُترتے ہیں، موت کے وقت ہزاروں فرشتے اُترتے ہیں روح قبض تو عزرائیل علیہ السلام کرتے ہیں مگر اس روح کو عزت واحترام سے اُٹھا کر لے جانے کیلئے ہزاروں فرشتے آتے ہیں۔ صاحب استقامت ثابت قدم لوگ حشر نشر پل صراط حساب وکتاب کے موقعہ پر اسی عظیم نعمت کے باعث کامیاب وکامران ہوں گے۔

''الم تر الی الذین .... '' سے شجر خبیثہ کفار کی بدقسمتی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی ناشکری کی، اُس کا انکار کیا، حضور ﷺ کا وجود، قرآن مقدس کا نزول، حدیث شریف ایسے انعامات کی قدر نہ کی، پس پشت ڈالا، نعمتوں کی ناشکری سے مراد دنیا کی نعمتیں بھی ہوسکتی ہیں۔ ان دونوں قسموں کی نعمتوں کا تقاضا تھا کہ یہ لوگ عظمت وقدر کو جانتے، اتباع کرتے، چاہئے تھا کہ نعمتوں پر شکر کرتے مگر اُلٹا کفران نعمت کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا قوم کو ہلاکت میں ڈال دیا اللہ کی بے حد نعمتوں کا شکر نہ کیا (معلوم ہوا ناشکری کفار کی رسم ہے لہذا ایمانداروں کو بچنا چاہئے) اپنی بدبختی کے سبب انہوں نے ان نعمتوں سے

فائدہ نہ اُٹھایا بلکہ لوگوں کو بھی دور رکھنے کی کوشش کرتے رہے، ان ظالم کفار نے ناشکری کی انتہا کردی خدا کے ساتھ بتوں کو شریک بنالیا، لات منات کی عبادت میں لگ گئے خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی حق کی راہ سے ہٹایا، محبوب کریم آپ انہیں فرمادیجئے دنیا کا تھوڑا سا موقعہ ہے فائدہ اُٹھالو آخر تو جہنم میں جانا ہے۔

ان آیات مبارکہ میں توحید اور کلمہ طیبہ کی عظمت اور اس سے انکار کی نحوست کا ذکر فرمایا گیا ہے توحید ایسی لازوال دولت ہے جس کی برکات سے دنیا و آخرت سنورتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾

صدق اللہ العظیم

میرے ایماندار بندوں سے فرما دو کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دئے ہوئے مال سے کچھ ہماری راہ میں اعلانیہ یا چھپ کر خرچ کریں اس دن (قیامت) سے پہلے جس میں نہ تجارت ہوگی نہ دوستی (۳۱) اللہ ہے جس نے آسمان و زمین بنائے اور آسمانوں سے پانی اُتارا اس کے ذریعہ پھل پیدا کئے جو تمہارے لئے رزق ہے اور تمہارے لئے کشتی کو تابع کیا اس کے حکم سے دریا میں چلے اور تمہارے لئے نہریں جاریں کیں (۳۲) اور تمہارے لئے سورج اور چاند تابع کئے جو مسلسل چل رہے ہیں اور تمہارے رات اور دن کو تابع بنایا (۳۳)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں تھا کہ کفار و مشرکین نے بتوں لات منات کو خدا کا شریک بنالیا، اس آیہ مبارکہ میں

ذکر ہے کہ زمین و آسمان کا خالق ہے آسمانوں سے پانی اُتارا، پھل پیدا کئے چاند سورج کو مسخر کیا، ان کے بتوں میں کہاں یہ صورت، کہاں یہ قوت۔ بتوں کو خدا کا شریک بنانا ان کی جہالت ہے سرکشی ہے۔

حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب! ایمانداروں سے فرما دیجئے کہ وہ نماز کو باقاعدگی سے قائم رکھیں فرائض و واجبات سنن کو ملحوظ رکھ کر ادا کرتے ہیں ظاہری طور پر جسم لباس کی پاکیزگی اور باطنی طور پر عجز و انکساری بارگاہ قدس میں خلوص اور محبت سے حاضری کا احساس ہو۔

دوسرا حکم دیا گیا کہ نماز کی ادائیگی کے بعد ہماری طرف سے دئے گئے رزق حلال سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ بھی کریں وہ ظاہری طور پر دے دیں یا چپکے سے ادا کرتے ہیں، اصل صورت رضاء الٰہی ملحوظ رہے یہ خرچ حقداروں پر خرچ ہو جو لوگ اس خرچ کے حقدار ہوں وہی ہیں وہ اپنے ہوں یا پرائے اگر اپنوں کا حق پہلے ہے وہ حقدار اپنے علاقہ کے ہوں یا دور کے۔ علماء کو چاہئے کہ وہ اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں یہ علم خدا کی طرف سے رزق ہے جو اُنہیں دیا گیا ہے۔ صوفیاء کو چاہئے وہ لوگوں کو روحانیت پہنچائیں یہ دل کی صفائی، اِخلاص، اَخلاق خدا کی طرف سے اُنہیں ملا ہے یہ رزق ہے وہ لوگوں میں تقسیم کریں اور یہ اچھے کام اس دن کے آنے سے پہلے پہلے کرلیں جس دن نہ کوئی تجارت ہوگی نہ غلط دوستی کام آئے گی۔

اے محبوب کریم! (ﷺ) انہیں اللہ کی قدرت قوت کا بھی بتا دیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور پھر ان پر یہ کرم کیا آسمانوں سے پانی برسایا جس کے سبب ان کیلئے مختلف قسم کے پھل پیدا کئے انہیں یہ بھی بتائیں کہ دریاؤں میں تمہاری کشتیاں جو چل رہی ہیں ہزاروں من وزن اٹھا کر تیر رہی ہے یہ سب کچھ ہمارے حکم سے ہی ہو رہا ہے ورنہ پانی میں تو ایک تولہ وزن بھی ڈوب جاتا ہے انہیں بتا دیں دریاؤں نہروں کو تمہارے تابع ہم نے ہی کیا ہے جدھر چاہے رُخ موڑ دیتے ہو انہیں یہ بھی بتا دیں کہ سورج چاند جو باقاعدگی سے چل رہے ہیں تمہیں فائدہ پہنچ رہا ہے انہیں تمہارے لئے ہم نے بنایا ہے رات دن کا آنا جانا تمہارے لئے ہم نے ہی بنایا، رات کو آرام کرو دن کو کام کرو۔

آیہ مبارکہ میں بڑی بڑی نعمتوں کا ذکر فرما کر بندوں کو اسی خالق و مالک کی عبادت کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے، آیہ مبارکہ میں پھلوں کا ذکر فرمایا گیا ہے ثمرات میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو انسان کی غذا بنتی ہیں اور وہ بھی جو لباس بنتی ہیں وہ بھی جو اس کے رہنے سہنے کا مکان بنتی ہیں۔اس آیہ مبارکہ میں جو لفظ ثمر مذکور ہے تمام ضروریات انسانی پر حاوی ہے (تفسیر مظہری) کشتیوں کو تابع بنا کر انعامات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے چاند سورج کو مسخر بنادیا اس معنی میں مسخر ہے کہ ہر وقت حکمت خداوندی کے تحت انسانی خدمت کیلئے مسلسل کام کر رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾

صدق اللہ العظیم

اور تمہیں ہر وہ چیز عطا کی جو تم نے مانگی اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے بے شک انسان زیادتی کرنے والا اور ناشکرا ہے (۳۴) (اے محبوب کریم) یاد کرو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنا دے، مجھے اور میری اولاد کو اس سے بچالے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں (۳۵) اے میرے اللہ! بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جس نے میری اتباع کی وہ میرا ہوگا جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے) بیشک تو غفور ہے رحیم ہے (۳۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کی صفت کا ذکر تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، اس آیہ مبارکہ میں اللہ

تعالیٰ کے عطا کرنے کا ذکر ہے کہ وہ ہر قسم کے سوال کو پورا کرتا ہے اس کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ان آیات کریمہ میں اس طرح ربط ہے کہ پچھلی آیات میں چاند تارے سورج کا ذکر ہوا وہ ایسی نعمتیں ہیں جو انسان کو بغیر مانگے عطا کر دی گئیں اب اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو مانگنے سے ملتی ہیں۔اللہ تعالیٰ وہ عظیم ذات ہے جو بغیر مانگے بھی دیتا ہے مانگنے سے بھی دیتا ہے۔فرمایا گیا کہ اُس کی نعمتیں اس قدر ہیں اگر تم شمار کرنا چاہو تو شمار کر سکتے ہی نہیں، ایک ایک سانس، ایک ایک مال کھانا پینا پہننا دیکھنا سننا چکھنا دل دماغ روح لا تعداد انعامات ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔انسان کے ساتھ کروڑوں نعمتیں تعلق رکھتی ہیں مگر انسان منکر ہے ظالم ہے ناشکرا ہے۔

اس آیہ پاک کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے ظلوم سے مراد ابو جہل اور اس کی قوم ہے اور کفار سے مراد بنی اُمیہّ ہے یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ غفلت اور نسیان کی بناء پر انسان ظلوم ہے انکار اور جہالت کی بنا پر کفار ہے۔ بندوں کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو روانہ فرمایا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرما دیا گیا کہ انہوں نے اسی ضابطہ کے پیش نظر بارگاہ قدس میں عرض کی اللہ اس شہر کو امن والا بنا دے اگر لوگوں میں جہالت ہوگی کفر ہوگا تو امن نہیں ہو سکے گا بدامنی سے پناہ اس طرح مانگی، اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا، معنی یوں ہوگا کہ اے اللہ مجھے بت پرستی سے اجتناب پر قائم رکھ انبیاء معصوم ہوتے ہیں ان میں گناہوں کا تصور ہی نہیں۔اس ارشاد میں یہ بھی ارشاد ہو گیا کہ اللہ کے بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام نے خدا سے مانگا ہے درخواستیں کی ہیں لوگو تم اسی اللہ کے حضور مانگنے اور عجز و انکساری کا انداز اختیار کرو۔''اذ'' فرما کر حضور ﷺ کو جناب ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ آپ نے مکہ کو امن کی جگہ بنانے ،اولاد کو کفر و شرک سے دور رکھنے کی دعائیں کیں، دعاؤں نے قبولیت کا رنگ ایسے اختیار کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں لڑائی جھگڑا کو جرم قرار دیدیا گیا کسی جانور کو اٹھانے بھگانے، درخت کو کاٹنے گھاس اُکھاڑنے سے بھی روک دیا گیا اور شہر کو امن والا بنا دیا گیا، اولاد کی بہتری کیلئے دعا فرما دی گئی جو قبول ہوئی۔

سیدنا خلیل علیہ السلام بارگاہ قدس میں عرض کرتے ہیں اے اللہ! بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر

دیا ہے جو میری اتباع کرے گا وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی اس کا معاملہ تیرے سپرد ہے جو چاہے کرے بیشک تو غفور بھی ہے رحیم بھی ہے۔ اس دُعا میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کمال درجہ نرم دلی اور انسانوں سے شفقت و محبت کا درس مل رہا ہے کہ بندوں کو خدا کے عذاب میں مبتلا ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ عفو و درگزر کی التجا کرتے ہیں اس آیہ کریمہ میں ابراہیم علیہ السلام کا کبیرہ گناہ کرنے والوں کی شفاعت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

نعمتوں کو لاتعداد بتانے کے بعد انسان کو ظالم ناشکرا فرمایا گیا، چاہئے تو یہ تھا کہ نعمتیں ملنے کے بعد انسان عجز و انکساری کا پیکر بن جاتا ہے اللہ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف کرتا اُسی کی حمد و ثناء میں لگا رہتا مگر نافرمان و ناشکرا نکلا۔ ابراہیم علیہ السلام مکہ کیلئے دعا کرتے ہیں لوگوں کو کعبہ کی طرف مائل کرنا اور لوگوں کو اس مقدس گھر کی عظمت بتانا بھی واضح ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایسی وادی میں بسایا ہے جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پڑوس میں اے ہمارے رب! یہ اس لئے تا کہ وہ نماز قائم کریں پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور اُنہیں پھلوں سے رزق دے تا کہ شکر ادا کریں (۳۷) اے ہمارے رب! بیشک تو جانتا ہے جو کچھ ہم دل میں چھپائے ہوئے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کوئی شئی مخفی نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں (۳۸)

الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق عطا فرمائے بیشک میرا رب دُعا سننے والا ہے (۳۹)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ایک دُعا کا ذکر تھا کہ اللہ مکہ مکرمہ کو امن والا شہر بنا دے مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے دوری پر قائم رکھنا۔ اس آیہ کریمہ میں سیدنا خلیل علیہ السلام کی کوئی اور دُعاؤں کا ذکر ہے بارگاہ قدس میں عرض کرتے ہیں، اے اللہ! میں نے اپنی کچھ اولاد کو بنجر خشک پتھریلی زمین پر چھوڑ دیا ہے اور تیرے عزت واحترام والے گھر کے پاس چھوڑا ہے۔ اس آیہ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے جب اسماعیل و ہاجرہ علیہم السلام کو یہاں چھوڑا گیا ہے تو بیت اللہ شریف وہاں تھا۔

یہ تصور صحیح نہیں کہ بیت اللہ شریف کی بنیاد ابراہیم علیہ السلام نے رکھی، آپ نے اور آپ کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے اسکی تعمیر نو میں کام کیا ہے۔ بیت اللہ شریف کی تاریخ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے کا ہے (بلد الامین صہ ۷۰)

عرض کرتے ہیں اے اللہ! اولاد کو اس بنجر زمین میں چھوڑنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ نمازی بنیں دنیا کی کوئی غرض نہیں، ابراہیم علیہ السلام کا یہ عرض کرنا کہ اولاد کو یہاں نماز کے لئے چھوڑ رہا ہوں، پتا چلا کہ دین کے اندر نماز کی کس قدر اہمیت ہے پھر عرض کرتے ہیں اے اللہ! کچھ لوگوں کے دلوں میں محبت بھر کر ان کی طرف مائل کر دے کہ وہ بھی تیری بارگاہ کا قرب حاصل کریں اور تجلیات کعبہ سے اپنی جھولیاں بھریں پھر ایک اور درخواست کرتے ہیں اللہ انہیں پھلوں سے رزق بھی دے کہ وہ تیرے شکر گزار بندے بنیں۔ پھر ایک اور عرض کرتے ہیں اے اللہ! تو ہمارا رب ہے تو ان تمام رازوں کو جانتا ہے جو ہم چھپائے ہوئے ہیں اور اللہ پر کوئی شئ چھپی نہیں، وہ زمین و آسمان کی چیزوں کو جانتا ہے پھر ابراہیم علیہ السلام اپنے پر

انعامات کا شکر ادا کرتے ہیں اور اللہ رب العزۃ کی حمد بیان کرتے ہیں کہ اس نے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق عطا فرمائے۔ پھر عرض کرتے ہیں میرا رب دُعاؤں کو سنتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں کئی دُعاؤں کا ذکر ہے یہ دُعائیں کب مانگیں؟ بعض نے یہ کہا کہ یہ دُعائیں تعمیر کعبہ کے بعد ایک ہی مرتبہ مانگیں یہ تشریح بھی ملتی ہے کہ گاہے بگاہے مانگیں ان دُعاؤں کی قبولیت کا منظر دیکھنا ہو تو مکہ مکرمہ کے بازاروں میں نمایاں دکھائی دیتا ہے، ہر قسم کے پھل موجود ہیں ہر قسم کی مصنوعات عام ملتی ہیں دنیا بھر کے لوگ استفادہ کر رہے ہیں اور یہ چہل پہل قیامت تک رہے گی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پہلی دعا، اے اللہ! اس شہر کو امن والا بنا دے مرکزی دُعا ہے۔ دین و دنیا کے معاملات ادا کرنے میں امن کا ہونا ضروری ہے، اسلامی شعائر کی ادائیگی اسی وقت ممکن ہوگی جب شہر محلے علاقے میں امن ہوگا زندگی کے کاروبار کو انجام دینے کے لئے یہی ضروری ہے کہ شہر بازار میں امن ہو، بدامنی ایک عذاب ہے جس سے دین و دنیا کے سارے کاروبار متأثر ہوتے ہیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

صدق اللہ العظیم

اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو اے ہمارے رب! میری دُعا قبول فرما (۴۰) اے میرے رب! میری اور میرے ماں باپ اور ایمانداروں کی مغفرت فرما جس دن حساب ہوگا (۴۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے شکریہ کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑھاپے میں اسماعیل و اسحاق عطا فرمائے، اس آیہ مبارکہ میں اپنے لئے اور اولاد کیلئے عمل صالح پر ثابت قدم رہنے کی دُعا

ہے، والدین کیلئے دعا ہے، سیدنا خلیل علیہ السلام بارگاہ قدس میں عرض گزار ہیں اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز کی ادائیگی پر ثابت قدم رکھنا، اے میرے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ایمانداروں کو حساب کے دن بخش دینا۔

ماں باپ کیلئے مغفرت کی دعا مانگنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے والدین مسلمان تھے اس لئے کہ کسی مشرک کیلئے مغفرت کی دعا مانگنا جائز ہی نہیں کچھ لوگ کہتے ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام آذر کے بیٹے تھے اور آذر بت پرست تھا، یہ نظریہ صحیح نہیں۔ آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ قرآن مقدس نے آذر کو باپ کہا اس لئے کہ آپ کی پرورش آذر نے ہی کی تھی اور عربی میں چچا پر باپ کا لفظ بولا جاتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی تفسیر مظہری میں اسی موقف کو ترجیح دی ہے کہ ابراہیم کے باپ تارخ تھے آذر نہیں ۔ میں اپنی طالب علمی کے دور میں اپنے دادا اُستاد ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب علیہ الرحمہ آف حزب الاحناف لاہور کے ہاں حاضر ہوا اور عرض کی قرآن مقدس فرماتا ہے ''اذ قال ابراھیم لابیہ آذر '' جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا اس وضاحت کے ہوتے ہوئے ہم آذر کو باپ کیوں نہیں مانتے ؟ تو فرمایا یہی آیہ پاک بتاتی ہے حقیقی باپ اور ہے ''ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا''۔ صرف اتنا ہی کافی تھا کہ ''ابراہیم نے اپنے باپ سے کہا'' آذر کا ذکر کیوں کیا؟ معلوم ہوا حقیقی باپ دوسرا ہے وہ تارخ ہیں اور لفظ ''اب'' کا اطلاق ''عم'' چچا پر ہوتا رہتا ہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے بھی تفسیر کبیر میں اسی مؤقف کو ترجیح دی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ تھے۔

ان آیات مبارکہ میں ابراہیم علیہ السلام کی آٹھ دعاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے خلیل علیہ السلام اپنے رب سے دعاؤں میں کس قدر وابستہ تھے، دعا کے بے شمار فوائد ہیں <u>ایک فائدہ</u> یہ ہے یہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ادا ہو جاتی ہے ایک بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنے رب سے دعا نہ کی ہو۔ <u>دوسرا فائدہ</u> یہ ہے کہ دعا مانگنے سے عجز پیدا ہوتا ہے اور عاجزی اللہ کو پسند ہے، <u>تیسرا فائدہ</u> یہ ہے کہ دعا مانگنے

سے تکبر ٹوٹتا ہے تکبر اللہ کو ناپسند ہے، ارشاد ہوتا ہے ”ولا تمش فی الارض مرحا“ زمین پر اکڑ کر نہ چلو، چوتھا فائدہ یہ ہے کہ رب العزۃ جل مجدہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کیلئے دُعا بہت مختصر اور چھوٹا راستہ ہے ،نماز بھی راستہ ہے حج بھی راستہ ہے روزہ بھی راستہ ہے مگر سبھی لمبے راستے ہیں دعا ان سب سے مختصر ہے۔ اے اللہ! میں بیمار ہوں شفا دے دے“ صرف اتنا ہی کہا تو بارگاہ الٰہی تک پہنچ گیا۔ پانچواں فائدہ یہ ہے کہ دُعا مسبب تک پہنچا دیتی ہے علاج معالجہ دوائی ٹیکہ یہ سبھی اسباب ہیں جب دُعا کی تو سارے اسباب ختم ہیں مسبب اللہ کی ذات بس وہی سامنے ہے ہماری کوتاہی ہے سبب کو دیکھتے ہیں مسبب کو نظر انداز کرتے ہیں۔ زمیندار کے کھیت سے غلہ وافر ہو جائے تو بہت خوشی سے کہتا ہے پانی دیتا رہا، کھاد ڈالتا رہا مگر یہ بھول جاتا ہے کہ وہ کون ذات ہے جس نے زمین کو حکم دے دیا، خبردار! زمیندار کا دانہ کھانا نہیں اُگانا ہے ورنہ زمین تو ہر شی کو برباد کر دیتی ہے، ہاں دُعا کی قبولیت کیلئے ضروری ہے کہ اخلاص ہو ریا نہ ہو، چھٹا فائدہ یہ ہے کہ ہر قسم کی تمناؤں اُمیدوں سے منہ پھر جاتا ہے اور رب ذوالجلال کی طرف ہی آس لگ جاتی ہے اور یہ فائدہ بہت بڑا فائدہ ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾

صدق اللہ العظیم

اور ظالم جو کچھ کر رہے ہیں تم اللہ کو اس سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا وہ انہیں اس دن تک ڈھیل دے رہا ہے جس دن سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی (۴۲) لوگ سر اُٹھائے ہوئے دوڑ رہے ہوں گے حالت یہ ہو گی کہ پلک تک نہ جھپک سکیں گے اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے (۴۳)

تفسیر

پہلی آیات مبارکہ میں ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے کہ اللہ صرف دعا ہی نہیں سنتا وہ اعمال کو بھی جانتا ہے کسی سے غافل نہیں۔ " لا تحسبن " کا خطاب بظاہر اس شخص کیلئے ہے جس کو غفلت اور شیطان نے اس دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے اگر اس کے مخاطب حضور ﷺ ہیں تو بھی مراد اُمت کے غافلوں کو سنانا ہے کیونکہ حضور ﷺ سے ممکن ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو غافل یا بے خبر سمجھیں وہ معصوم ہیں۔ ایمانداروں سے یا عام لوگوں سے خطاب فرمایا جارہا ہے یہ گمان ہی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کے اعمال کردار سے غافل ہے انہیں اس دن تک کی ڈھیل دی جارہی ہے جس دن دہشت کے ڈر اور خوف سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی اس دن تمام لوگ جبریل کی پکار پر بھاگتے جائیں گے نہ آنکھیں جھپکیں گی نہ دائیں بائیں پھریں گی بے تحاشا دوڑیں گے اس وقت ہر خیال سوچ سے وہ خالی ہوں گے اسی خطرناک دن کی مصیبت سے بچنے کیلئے خلیل علیہ السلام نے دُعا کی ہے۔

حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے قوم کو اس دن سے ڈرائیں جس دن گھبراہٹ کا یہ عالم ہوگا آنکھیں کھلی ہوں گی حواس خراب ہوں گے سر اٹھائے بے تحاشا دوڑیں گے پلکیں جھپکیں گے نہیں (حیرت سے) اس ارشاد میں قیامت کے ہولناک منظر کا ذکر ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں مظلوموں کو تسلی دی جارہی ہے کہ تم پریشان نہ ہو اللہ کفار کے سارے ظلموں زیادتیوں کو جانتا ہے تمہارے ساتھ کئے گئے مظالم اور اسلام سے بغاوتوں کی سزا قیامت کو پائیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَاَنۡذِرِ النَّاسَ يَوۡمَ يَاۡتِيۡهِمُ الۡعَذَابُ
فَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰٓى
اَجَلٍ قَرِيۡبٍۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ
وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ‌ؕ اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ
مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍۙ ﴿۴۴﴾
وَّسَكَنۡتُمۡ فِىۡ مَسٰكِنِ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا
اَنۡفُسَهُمۡ وَتَبَيَّنَ لَـكُمۡ كَيۡفَ فَعَلۡنَا
بِهِمۡ وَضَرَبۡنَا لَـكُمُ الۡاَمۡثَالَ ﴿۴۵﴾
وَقَدۡ مَكَرُوۡا مَكۡرَهُمۡ وَعِنۡدَ اللّٰهِ
مَكۡرُهُمۡؕ وَاِنۡ كَانَ مَكۡرُهُمۡ
لِتَزُوۡلَ مِنۡهُ الۡجِبَالُ ﴿۴۶﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب) آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب ان پر عذاب آئے گا تو ظالم لوگ کہیں گے اے ہمارے رب ! ہمیں کچھ مدت کی مہلت دے دے ہم تیرے پیغام کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں گے (تو انہیں کہا جائے گا) کیا تم نے اس سے پہلے قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ تم پر زوال نہیں آئے گا (۴۴) اور تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم پر واضح ہو چکا تھا ہم نے اُن کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے لئے مثالیں بیان کر دی تھیں (۴۵) اور انہوں نے گہری سازشیں کیں اور اللہ کے ہاں ان کی سازشیں لکھی ہوئی ہیں اور ان کی سازشیں ایسی خطرناک ہیں کہ ان سے پہاڑ بھی ہل جائیں (۴۶)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں کفار کے ظلم وستم کا ذکر تھا ان آیات مقدسہ میں ان کے اعمال کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ سارے کے سارے اعمال مکروفریب ہیں۔ حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے اے محبوب کریم! ان ظالموں کو اس دن سے ڈرایئے جس دن ان پر سخت عذاب آئے گا اور وہ پریشان ہوکر کہیں گے اے ہمارے

رب اس عذاب کو کچھ قریبی مدت کیلئے ٹال دے تو ہم تیری دعوت کو قبول کریں گے تیرے انبیاء کو مان لیں گے ان کے اس کہنے کا جواب ملے گا آج تو اقرار کر رہے ہو مگر تم دنیا میں اپنے ماننے والوں سے قسمیں اُٹھا کر نہ کہا کرتے تھے کہ ہم پر کسی قسم کا عذاب نہیں آئے گا، ہماری یہ ہیبت اسی طرح ہی رہے گی اُس وقت تمہاری یہ باتیں ایسی تھیں کہ تمہیں مرنا تو یاد ہی نہیں تھا، تمہارا خیال تھا تمہارے مال و دولت سب کچھ اسی طرح تمہارے ساتھ ہی رہیں گے ہمارے بھیجے ہوئے انبیاء کو طنز و مذاق سے پیش آتے تھے اور ان کی باتوں کو ٹال دیتے تھے حالانکہ تم ان گھروں میں رہتے چلے آئے تھے جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا وہ ظلم یہ تھا کہ آخرت کو بھلا دیا اور دنیا پر اترا گئے اور دنیا کو ہی سب کچھ سمجھا پھر تمہیں پتہ ہے ہم نے انہیں کس طرح برباد کیا تمہارے باپ دادے جو مارے گئے اور برباد ہوئے تم انہیں کے گھروں میں رہتے رہے تمہیں چاہئے تھا ان پہلوں سے عبرت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو سدھارتے۔ اس وقت تو اکڑ بازی میں رہے آج کیوں درخواستیں کرتے ہو کہ ہمیں مہلت دے دی جائے ہم تیری دعوت قبول کریں گے۔ تیرے رسولوں کو مانیں گے، اُس وقت دنیا میں تو تم نے ایسے ایسے مکر و فریب کئے جو پہاڑوں کو بھی ہلا دینے والے تھے۔ اس عظیم فریب سے مراد حضور ﷺ کے قتل کی سازش بھی لی گئی ہے قرآن مقدس نے دوسرے مقام پر اس مکر کا ذکر سورۂ انفال کی آیہ نمبر ۳۰ میں فرمایا گیا کہ آپ کو قید کر کے قتل کرنے کا منصوبہ بناتے ہیں اللہ نے اس منصوبہ کو برباد کر دیا اور حضور ﷺ کو محفوظ فرما لیا۔ مگر ہم نے وہ سارے برباد کر دئے۔

قیامت کے دن عذاب کا ذکر کر کے کفار کو احساس دلایا جا رہا ہے آج وقت ہے توبہ کر لو اپنی قبیح حرکتوں سے باز آ جاؤ تا کہ قیامت کو اس عذاب سے بچ جاؤ اس دن عذاب کو دیکھ کر تمہارا التجائیں کرنا وقت مانگنا کام نہ آئے گا۔ دنیا میں کئے گئے اعمال کی سزا بھگتنا پڑے گی دنیا میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف کی جانے والی سازشیں بہت شدید تھیں مگر ہم نے ساری کی ساری ناکام کر دیں اور اسلام آئے دن بڑھ رہا ہے قیامت کے دن کفار افسوس کریں گے مگر بے کار ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

صدق اللہ العظیم

یہ مت خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہے بیشک اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا (۴۷) (اس دن کو یاد کرو) جب زمین دوسری قسم کی زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دئے جائیں گے اور سب لوگ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے جو ایک ہے اور سب پر غالب ہے (۴۸) مجرموں کو دیکھو گے اس دن زنجیروں سے جکڑے ہوں گے (۴۹) ان کا لباس تارکول کا ہوگا اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی (۵۰) یہ اس لئے کہ اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے (۵۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ اللہ تعالیٰ کفار کے کسی مکروفریب کو کامیاب نہیں ہونے دے گا اگرچہ ان کے مکروفریب کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔اب فرمایا جارہا ہے کہ یہ خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے اپنے رسولوں سے کئے وہ پورے نہیں فرمائے گا اس لئے ایمانداروں کے لئے جنت اور کفار کیلئے جہنم کا وعدہ کیا وہ پورا ہوگا۔اس لئے فرمایا کفار کی آخرت خراب ہوگی اس نے فرمایا زمین پر اصل حکمرانی انبیاء علیہم السلام کی ہوگی۔اس نے فرمایا ایمانداروں پر رحم ہوگا کفار پر غضب یہ سارے وعدے پورے ہوں گے اللہ تعالیٰ ہر طرح غالب ہے اور قیامت کے دن جب یہ زمین دوسری کیفیت میں بدل دی جائے

گی کفار کو سزا ہوگی اس دن سبھی لوگ اللہ واحد وقہار کے حضور حاضر ہوں گے، اے انسان تو اس دن دیکھ لے گا کہ مجرم لوگ اپنے اپنے شیطانوں کے ساتھ جکڑے ہوں گے، ہاتھ پاؤں بندھے ہوں گے اُن کے لمبے کُرتے پیروں تک، قطران کے تیل سے لپٹے ہوئے ان کے جسموں پر گاڑھے پسینے کی طرح ہوں گے اور آگ ان کے چہروں کو جھلسائے ہوگی۔ اللہ کے حضور مجرم اس حالت میں پیش ہوں گے کہ زنجیروں سے بندھے ہوں گے تارکول کا بدبودار لباس پہنا ہوگا۔ یہ ساری سزائیں قیامت کو اس لئے ہوں گی کہ دنیا میں کیئے کی سزا ہے اور جو کچھ انہوں نے آگے بھیجا ہے اس کا صلہ ہے، اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے دنیا چند روزہ ہے آخر حساب کتاب ہوگا۔

آیہ مبارکہ میں زمین وآسمان کی تبدیلی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ان میں تبدیلی ہوگی وہ کیسی ہوگی؟ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آسمان میں چاند تارے سورج کی کیفیت کیا ہوگی یہ بدل دیئے جائیں گے یا مٹادیئے جائیں گے۔ یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی صفات شکل وصورت بدل دی جائے جیسے روایات میں ملتا ہے کہ پوری زمین ایک سطح مستوی بنادی جائے گی جس میں نہ کسی مکان کی آڑ ہوگی نہ درخت کی نہ کوئی پہاڑ رہے گا نہ ٹیلہ۔ قرآن مقدس نے اس صورت حال کو اس طرح بیان فرمایا ہے" **لا تریٰ فیھا عوجا ولا امتا**" اونچائی گہرائی گڑھوں کی صورت نہ ہوگی۔

زمین وآسمان کی تبدیلی کا یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی حقیقت ہی بدل دی جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے رہیں گے تو سہی مگر صفات میں تبدیلی کردی جائے۔ بخاری ومسلم شریف میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ملتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ ایسی زمین پر اٹھائے جائیں گے جو صاف وسفید ہوگی ایک اور حدیث پاک میں ہے جسے حاکم نے حضرت جابر کے ذریعہ سے بیان کیا ہے قیامت کے دن زمین اس طرح کھینچ دی جائے گی کہ اس کے تمام نشیب وفراز اونچائی گہرائی ختم ہوں گے جیسے چمڑے کو کھینچنے سے اس کی سلوٹیں نکل جاتی ہیں۔ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے ایک روایت اس

طرح ملتی ہے کہ قیامت کی نشانیوں سے ایک یہ ہے پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔

اس وقت تمام اولادِ آدم جمع ہوگی حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر مجھے بلایا جائے گا میں اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گا پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی تو میں شفاعت کروں گا کہ ان کا حساب کتاب جلد ہو جائے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ قیامت کا ذکر اس لئے ہے کہ لوگ آج ہی عقل وفکر ہوش وحواس سے سمجھ لیں اور کفر وشرک سے باز آجائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ صدق اللہ العظیم

(یہ قرآن) لوگوں کیلئے پیغام ہے تا کہ انہیں اس کے ساتھ ڈرایا جائے اور تا کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی اللہ مستحق عبادت ہے اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں (۵۲)

تفسیر

نصیحت کیلئے قرآن مقدس کافی ہے اس کی ہر سورۃ نصیحت کیلئے کافی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو سوچ و فکر کی ایسی طاقت بخشی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر ایمان لاتا ہے عقل وفکر کے ساتھ دلائل پر غور کر کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے یہ مرحلہ عبودیت سے تعلق رکھتا ہے بندہ اسی کو معبود جانتا ہے اسی کے حضور اپنا سرخم کرتا ہے انسانی ترقی اور روحانی عظمت کیلئے ایک دوسرا پہلو ہے جسے معاملات کہا جاتا ہے کہ مخلوق کے حق ادا کرتا ہے جب یہ دونوں خصلتیں کسی بندے میں اکٹھی ہو جاتی ہیں تو اس کا دل تجلیات الٰہیہ کا آئینہ بن جاتا ہے۔ آخری آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کی ایک صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ اللہ کا پیغام ہے کہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں قرآن مقدس کسی ایک کام کیلئے نصیحت نہیں بلکہ زندگی بھر کے ہر مسئلہ پر معاملہ میں نصیحت ہے، جائز ناجائز حلال وحرام اچھائی برائی میں فیصل ہے۔ ہر خشک وتر کیلئے جامع

ہے پیغام اس لئے ہے کہ لوگ حشر ونشر کے واقعات سے اس کے ذریعہ ڈریں اور اپنی اصلاح کریں کہ اُس دن بچ سکیں یہ پیغام حق یوں بھی ہے کہ لوگ جان لیں عبادت کے لائق صرف اور صرف وہ رب قدوس وحدہٗ لاشریک ہی ہے اور اس جامع پیغام میں حکمت یہ ہے کہ عقلمند لوگ نصیحت حاصل کرسکیں۔

امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں انسان میں دو قوتیں رکھ دی گئی ہیں ایک کا نام قوت نظری ہے جس سے موجودات کے حقائق کو پہچانا جاتا ہے اور سب سے اعلیٰ اور بڑی حقیقت یہ ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک پر کامل ایمان رکھے اُسے ہی معبود مانیں اور دوسری قوت قوت عملی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت فرمانبرداری کو اپنی زندگی کا میعار بنالے۔قرآن مقدس کے پیغام ہونے میں یہ دونوں باتیں نمایاں ہیں جب انسان ان مراحل کو طے کرلیتا ہے تو پھر بارگاہ قدس میں اپنا ایک مقام حاصل کرلیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ